ماہنامہ
جہدِ حق

HRCP
پاکستان کمیشن
برائے انسانی حقوق

Monthly JUHD-E-HAQ - December-2018 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر25......شمارہ نمبر 11-12 ...... نومبر۔دسمبر 2018

ہے کوئی جو اِن کی سُنے؟

ایچ آر سی پی نے صنف کی بنیاد پر تشدد کی روک تھام کے لیے تھیٹر اور رقص پرفارمنس کا اہتمام کیا

”انسانی حقوق کے عالمی منشور کی 70 ویں سالگرہ : پاکستان اور تیسرا عالمگیر سلسلہ وار جائزہ“

کے عنوان پر لاہور میں آئی ۔ اے ۔ رحمٰن پبلک لیکچر کا اہتمام کیا گیا اور دیگر شہروں میں لیکچر کی سکریننگ کی گئی

معذوری کا شکار لوگوں کے حقوق کے تحفظ
کے لیے مختلف شہروں میں مشاورتی تقاریب کا انعقاد

انسانی حقوق کے محافظین کے لیے ڈیجیٹل سکیورٹی کی تربیتی ورکشاپس منعقد کی گئیں

یوڈی ایچ آر میں خواتین کا نمایاں کردار: عاصمہ جہانگیر کے لیے اعزاز

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) یہ بتانے میں فخر محسوس کرتا ہے کہ اس کی شریک بانی عاصمہ جہانگیر کو انسانی حقوق کے اعلیٰ ایوارڈ سے نوازا گیا ہے۔ انسانی حقوق کے میدان میں اقوام متحدہ کا یہ اعلیٰ ایوارڈ مشترکہ طور پر محترمہ عاصمہ جہانگیر، ربیکا گیونی (تنزانیہ کی خواتین کے حقوق کی کارکن)، جونیا واپکسانا (برازیل میں مقامی برادریوں کے حقوق کی کارکن) اور فرنٹ لائن ڈیفنڈرز (آئرلینڈ میں انسانی حقوق کی ایک تنظیم) کو دیا گیا۔ ایچ آر سی پی ان تمام لوگوں کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہے۔

عاصمہ جہانگیر کی صاحبزادی، ایچ آر سی پی کونسل ممبر منیزے جہانگیر نے کل اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے نیویارک میں منعقد ہونے والے اجلاس میں اپنی والدہ کی طرف سے ایوارڈ وصول کیا۔ یہ اس انعام کے سلسلے کا دسواں ایوارڈ ہے۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ اسی سال انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے (یوڈی ایچ آر) کی 70ویں سالگرہ بھی منائی گئی ہے۔

عاصمہ جہانگیر نے پاکستان میں قانونی امداد کے پہلے مرکز کی بنیاد رکھی اور گروی مشقت کے خلاف قانون سازی سے لے کر توہین مذہب اور جنسی زیادتی کے پیچیدہ کیسز بہادری سے لڑے اور جیتے۔ انہیں انسانی حقوق کا دفاع کرنے پر کئی مرتبہ دھمکیاں دی گئیں، ان پر سرعام حملے کیے گئے اور گھر پر نظر بند کیا گیا۔ وہ پاکستان سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کی پہلی خاتون صدر منتخب ہوئیں۔ وہ ایچ آر سی پی کی شریک بانی اور پہلی چیئر پرسن بھی تھیں۔ عاصمہ جہانگیر نیماورائے عدالت، من مانی یا فوری پھانسیوں سے متعلق خصوصی رپورٹیئر، پھر مذہب یا عقیدے کی آزادی سے متعلق خصوصی رپورٹیئر اور بعدازاں ایران میں انسانی حقوق کی صورتحال سے متعلق خصوصی رپورٹیئر کے طور پر خدمات انجام دیں۔

یہ ایوارڈ ہر پانچ سال بعد انسانی حقوق کے میدان میں نمایاں کارکردگی دکھانے کے صلے میں دیا جاتا ہے۔ یو این ہائی کمیشن برائے انسانی حقوق مشال باچلے نے اس موقع پر کہا کہ خواتین نے ہمیشہ 'یوڈی ایچ آر کے حوالے سے مرکزی کردار ادا کیا ہے، جس سے دنیا بھر کے اربوں لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے کہ وہ انسانی حقوق کے لیے آواز اٹھائیں۔۔۔ہم ان باہمت خواتین کا احترام کرتے ہیں جو ہر روز ہمارے وقار اور حقوق کا دفاع کرتی ہیں۔

اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل انتونیو گٹریس نے کہا کہ عاصمہ جہانگیر اور دیگر لوگوں، جن کا کام خطرناک ہے، کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ 'وہ دنیا کے تاریک حصوں میں روشنی پھیلا رہے ہیں۔ ہم ان سب کو سلام پیش کرتے ہیں۔'

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 19 دسمبر 2018]

پاکستان یوڈی ایچ آر کے 70 برس بعد کہاں کھڑا ہے؟

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے کی 70ویں سالگرہ کے موقع پر انسانی حقوق کے نامور محافظ آئی اے رحمان کے پبلک لیکچر کا اہتمام کیا۔ دراب پٹیل آڈیٹوریم میں ہونیوالے اس تقریب میں طالبعلموں، وکیلوں، انسانی حقوق کے کارکنوں اور صحافیوں سمیت سول سوسائٹی تنظیوں کے افراد نے شرکت کی۔

'2017 میں تیسرے یونیورسل سلسلہ وار نظرثانی میں پاکستان کی کارکردگی کا جائزہ' لیکچر کا موضوع تھا۔ کونسل برائے انسانی حقوق کی قیادت میں تمام فریق ریاستوں کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے اقدامات کا ذکر کریں جو انہوں نے اپنے ملک میں انسانی حقوق کی صورتحال میں بہتری لانے اور انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے اپنے پر عائد ذمہ داریاں پورا کرنے کے لیے کیے ہوتے ہیں۔

ایچ آر سی پی کے لیے یہ بات تشویشناک ہے کہ پاکستان کو ملک میں انسانی حقوق کے مختلف معاملات پر دیگر ممالک سے ملنے والی سفارشات میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ 2008 میں پاکستان کو 51 سفارشات موصول ہوئی تھیں جن میں سے اس نے 43 قبول اور آٹھ مسترد کی تھیں۔ 2012 میں اپنے دوسرے یو پی آر میں پاکستان کو 167 سفارشات موصول ہوئیں جن میں سے 126 قبول کیں، 34 کو 'نوٹ' کیا اور سات 'مسترد' کیں۔

یہ لمحہ فکریہ ہے کہ 2012 میں انسانی حقوق کے معاملات پر 167 سفارشات کے مقابلے میں 2017 میں تیسرے یو پی آر کے دوران پاکستان کو پیش کی جانے والی سفارشات کی تعداد 289 ہوگئی ہے۔ ان میں سے ہماری ریاست نے 168 کی 'حمایت' کی، 121 'نوٹ' کیں جبکہ چار کو مسترد کیا۔

'یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ تیسرے یو پی آر کے تحت جن سفارشات کو عمومی طور پر 'تسلیم' کیا گیا ان میں سے زیادہ تر کا تعلق دیگر امور کے علاوہ، اس بات سے تھا کہ غربت اور عدم مساوات میں کمی کی جائے؛ جبری گمشدگیوں کو فوجداری جرم قرار دیا جائے اور

فہرست

پریس ریلیزیں	03
نظم ونسق وانسانی حقوق پر یورپی یونین (ای یو)۔ پاکستان کے مشترکہ کمیشن کے آٹھویں ذیلی گروپ کے متعلق تازہ ترین معلومات	05
خادم رضوی کی زبان سے عاصمہ جہانگیر کا نام سن کر میں بچپن کی ساری تربیت بھول گیا!	12
اس دھرتی پہ عورت کا کوئی نام نہیں	13
ستر برس پرانے انسانی حقوق کا عالمی منشور	14
گمشدہ لوگوں کی صدرر!	15
انسانی حقوق کے محافظین کے لیے ڈیجیٹل سکیورٹی کی تربیت	16
عورتیں	18
بچے	19
تعلیم	20
صحت	21
زہریلی غربت	22
گلگت بلتستان، انسداد دہشت گردی ایکٹ اور انسانی حقوق کے کارکنان	23
بابا جان کون ہے	26
خودکشی کے واقعات	26
اقدام خودکشی	28
کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا	30
قانون نافذ کرنے والے ادارے	31

جبری گمشدگی اور ماورائے عدالت ہلاکتوں کے تمام الزامات کی مکمل تحقیقات کی جائے؛ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ ایذا رسانی کے تمام مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے؛ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ تمام افراد کے لیے شفاف ٹرائل کے حق کو یقینی بنایا جائے؛ اور صحافیوں اور میڈیا کے ملازمین کے خلاف جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو حاصل سزا سے استثنا کا خاتمہ کیا جائے۔

تاہم، ایچ آر سی پی کو جس بات پر تشویش ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان نے انسانی حقوق کے بنیادی اصولوں کی 'تائید' کرنے کی بجائے انہیں 'نوٹ' کرنے کا انتخاب کیا جن میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں میں ملوث سکیورٹی فورسز کے خلاف تحقیقات اور قانونی کارروائیوں کی رپورٹنگ؛ خواتین اور لڑکیوں اور لسانی اور مذہبی اقلیتوں سمیت محروم طبقات کے خلاف امتیازی قوانین میں ترمیم کرنا؛ بچوں کے حقوق کا، خاص طور پر انسداد دہشت گردی کی کارروائیوں کے دوران، زیادہ موثر طریقے سے تحفظ کرنا؛ سزئے موت دینے اور بچوں کو پھانسی دینے سے اجتناب کرنا؛ مذہبی اقلیتوں کے خلاف توہین مذہب کے قوانین کے غلط استعمال اور تشدد کے استعمال کو روکنے کے لیے موثر اقدامات کرنا شامل ہے۔

'ایچ آر سی پی ریاست پر زور دیتا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق سے متعلق نظام ہائے کار کے ساتھ تعاون پر آمادگی کا عزم ظاہر کرے، اور یو پی آر کی ان تمام سفارشات کا من وعن اطلاق کرے جو اس نے 'نوٹ' کی ہیں یا جنہیں اس نے 'تسلیم' کیا ہے۔

2022ء تک، ملک کے انسانی حقوق کے ریکارڈ میں نمایاں بہتری دکھائی دینی چاہیئے، محض ملک کی بین الاقوامی ساکھ کو برقرارر کھنے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ یہ اصول انسانی حقوق کے بین الاقوامی اعلامیے، جس پر پاکستان نے دستخط کرر کھے ہیں، کے تحت ریاست کی اپنے شہریوں اور رہائشیوں کے حوالے سے اخلاقیات اور ذمہ داری کا حصہ ہیں۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔10 دسمبر 2018]

بلوچستان سے اٹھائے جانے والوں کی گنتی کون کر رہا ہے؟

انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدہ افراد نے رپورٹ کیا ہے کہ 30 نومبر 2018 تک اس کے پاس 2,116 حل طلب کیسز تھے، تاہم پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو فیلڈ سے ملنے والی اطلاعات پر شدید تشویش ہے جن کے مطابق اصلی تعداد بہت زیادہ ہے، اور اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ جبری گمشدگیوں کے مسئلے کو اتنی توجہ نہیں مل رہی جتنی ملنی چاہیے۔

آج جاری ہونے والے ایک بیان میں، ایچ آر سی پی نے کہا کہ ہم ان خاندانوں کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتے ہیں جنہوں نے نومبر میں پہلے کوئٹہ پریس کلب کے باہر کیمپ لگائے رکھا اور پھر انہیں اپنا دھرنا جاری رکھنے کے لیے وزیر اعلی ہاؤس کی طرف منتقل ہونے پر مجبور کیا گیا۔ وہ حکومت سے اس چیز کی یقین دہانی چاہتے ہیں کہ انہیں دہری قانونی کاروائی کا حق دیا جائے گا۔

'ایچ آر سی پی کے لیے یہ چیز بہت زیادہ تشویشناک ہے کہ جبری اٹھائے گئے لوگوں کے اہل خانہ کے لیے جو صورتحال پہلے ہی ناقابل برداشت تھی، اب اس نہج تک پہنچادی گئی ہے کہ وہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے ہمراہ کوئٹہ کے موسم سرما میں کھلے آسمان تلے خیمہ زن ہیں۔ ایچ آر سی پی کا کوئٹہ چیپٹر، کونسل ممبرز اور وائس چیئر باقاعدگی کے ساتھ دھرنے میں شریک ہوتے ہیں تاکہ جبری گمشدگیوں پر کمیشن کا مئوقف واضح ہو اور متاثرین کے خاندانوں کے ساتھ یکجہتی کا اظہار ہو۔

'ایچ آر سی پی کے لیے یہ امر لائق تحسین ہے کہ حکومت نے مظاہرین کے مطالبات کو سننے کا وعدہ کیا ہے، اور یہ جان کر بھی کچھ حد تک اطمینان ملا ہے کہ مظاہرین وزیر اعلی ہاؤس سے واپس چلے گئے ہیں مگر کمیشن کا ریاست سے پر زور مطالبہ ہے کہ وہ جبری گمشدگیوں کے مسئلے کو اس سے زیادہ سنجیدہ لے جتنا وہ اس وقت لے رہی ہے۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ریاست نے متاثرین کے اہل خانہ کی پریشانی کم کرنے کے لیے کوئی ٹھوس اقدام نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ دیگر صوبوں جیسے کہ خیبر پختونخوا سے انسانی حقوق کے کارکنوں کو اظہار یکجہتی کے لیے دھرنے میں شریک ہونے سے روکنے کے باعث لوگوں کی فکر اور غصے میں اضافہ ہوا ہے۔

'ایچ آر سی پی کا حکومت سے ایک بار پھر مطالبہ ہے کہ نہ صرف جبری گمشدہ لوگوں کا سراغ لگانے اور انہیں بازیاب کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جائیں بلکہ اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ لوگوں کو اٹھانے والوں کو سزا ملے: جبری گمشدگی جرم قرار پائے اور ملک کے عالمی فرائض اور اپنے عوام کے جانب اخلاقی ذمہ داریوں کی روشنی میں اقوام متحدہ کے متعلقہ معاہدوں کی توثیق ہو۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔24 دسمبر 2018]

صنف پر مبنی تشدد کی تمام اقسام کا خاتمہ کیا جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے "صنف پر مبنی تشدد کے خلاف ایکٹوازم کے 16 دن" نامی اپنی مہم کے تحت ایک تھیٹر اور ڈانس پرفارمنس کا اہتمام کیا جس کا مقصد پاکستان میں خواتین اور لڑکیوں کے خلاف تشدد کے مسئلے کو اجاگر کرنا تھا۔ لاہور میں دراب پٹیل آڈیٹوریم میں منعقد ہونے والا یہ پروگرام مکھوٹے تھیٹر کی جانب سے پرفارم کیے گئے ایک کھیل "وجودِ زن"، اور آمنہ معاذ کی دو ڈانس پرفارمنسز پر مشتمل تھا۔ ایک ڈانس پرفارمنس کشور ناہید کی نظم "ہم گناہگار عورتیں" پر مبنی تھی جبکہ دوسری میں مرحومہ فہمیدہ ریاض کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس کے بعد ایک اوپن فورم منعقد کیا گیا جس میں ملک میں صنف پر مبنی تشدد کے انداز اور گھریلو تشدد اور "غیرت" کے نام پر جرائم کی بڑھتی شرح پر بحث کی گئی۔

آج جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا کہ 'عورتوں کے جسم اور ذہن کو جائیداد تصور کرنے یا تشدد، استحصال اور بدسلوکی کا آسان ہدف سمجھنے والے پدرسری نظام اور اس نظام سے جنم لینے والی رسموں کی مہذب معاشروں میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ صنف کی بنیاد پر ہونے والے تشدد (جی بی وی) کے خلاف "ایکٹیوزم کے 16 دن" اس المناک صورت حال کی طرف ہماری توجہ دلاتے ہیں کہ لاکھوں عورتوں اور لڑکیوں کے لیے تشدد کا سامنا کرنا روزمرہ کا معمول بن چکا ہے اور یہ کہ ایک مہذب معاشرے کا شہری ہونے کی حیثیت سے ہماری خاموشی ناقابل قبول جرم ہے۔ خواتین کے خلاف تشدد کی نشاندہی کرنے والے تشویشناک واقعات کے خلاف قوانین بھی موجود ہیں جو خواتین کے تحفظ کے لیے بنائے گئے ہیں۔۔۔ ایسے قوانین جو خواتین کو قانونی اور آئینی حقوق فراہم کرتے ہیں مگر وہ ان سے مکمل طور پر آگاہ نہیں ہیں۔ ایچ آر سی پی کا ریاست سے مطالبہ ہے کہ وہ انفراسٹرکچر پر بہت زیادہ وسائل صرف کرے تاکہ انتہائی غیر محفوظ اور پسماندہ خواتین ان تک رسائی حاصل کر سکیں اور ریاست کو یہ بھی چاہیے کہ وہ صنف کی بنیاد پر تشدد کے خلاف رائج انسانی حقوق کے قومی و عالمی نظام کے تحت اپنی تمام ذمہ داریاں پوری کرے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔یکم دسمبر 2018]

بریگیڈیر عابد حمید کی موت: ایچ آر سی پی اور انسانی حقوق کے لیے بہت بڑا نقصان

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو بریگیڈیر (ریٹائرڈ) راؤ عابد حمید کے انتقال کا شدید دکھ ہوا ہے جو جمعہ کو لاہور میں وفات پا گئے۔ آج جاری ہونے والے ایک بیان میں ایچ آر سی پی نے کہا: 'مرحوم بریگیڈیر انسانی حقوق کے مخلص کارکن تھے اور 25 سے زیادہ برسوں تک ایچ آر سی پی کی جنرل باڈی کے رکن رہے۔ کمیشن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، وہ پاکستان میں جمہوریت کی تحریک کے غیر متزلزل حامی رہے۔

ایچ آر سی پی کی شہرت میں بریگیڈیر حمید کا کردار بہت اہم تھا۔ ایچ آر سی پی نے 1995 میں فوجداری نظام میں اصلاحات لانے کی غرض سے ان کی سربراہی میں ایک منصوبے کی بنیاد رکھی جس کا مقصد قیدیوں، خاص طور پر خواتین، بچوں اور بیمار قیدیوں کی حالت میں بہتری لانا تھا۔ انہوں نے ملک میں فوجداری نظام انصاف کے مروجہ ضابطوں کو پاکستان کے آئین اور عالمی اصولوں کی مطابقت میں لانے کے لیے کئی اہم فیکٹ فائنڈنگ کیں۔ اس کے علاوہ، انہوں نے بیرونی ممالک کی جیلوں میں بند پاکستانی قیدیوں کو واپس لانے اور ان کے قانونی حقوق کے لیے کئی قانونی جنگیں لڑیں۔

'ایچ آر سی پی کے ساتھ اپنے آخری برسوں کے دوران، وہ اپنی سخت محنت کا ایک پیسہ تک لیے بغیر کمیشن کی خدمت کرتے رہے۔ انہیں ایک ہر دلعزیز ساتھی اور انتہائی عاجز انسان کے طور پر یاد کیا جائے گا، تاہم ایک ایسے فرد کے طور پر بھی جو ایچ آر سی پی کے نصب العین کے ساتھ وابستہ رہا۔ ان کی موت نہ صرف ایچ آر سی پی کے لیے بلکہ پاکستان میں سول سوسائٹی اور انسانی حقوق کی تحریک کے لیے بہت بڑا نقصان ہے۔'

[پریس ریلیز۔لاہور۔8 دسمبر 2018]

ایف آئی ڈی ایچ - عالمی وفاق برائے انسانی حقوق اوراس کا رُکن پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی)

نظم ونسق وانسانی حقوق پر یورپی یونین (ای یو)- پاکستان کے مشترکہ کمیشن کے آٹھویں ذیلی گروپ کے متعلق تازہ ترین معلومات

(13 نومبر 2018، اسلام آباد، پاکستان)

انسانی حقوق کے اہم توجہ طلب معاملات

1۔ جولائی 2018ء کے عام انتخابات نے بہتری کی ضرورت کی نشاندہی کی ہے۔

2۔ جبری گمشدگیوں کا تیزی سے بڑھنا اور مجرموں کو حاصل سزا سے استثنا

3۔ پاکستان کا شمار بھی سب سے زیادہ پھانسیاں دینے والے ممالک میں ہوتا ہے

4۔ فوجی عدالتوں اور انسداد دہشت گردی کی عدالتوں کی جانب سے شفاف ٹرائل کے حق کی تردید

5۔ اظہار رائے اور انجمن سازی کی آزادی زیر عتاب

6۔ خواتین کے حقوق کو تحفظ دینے میں ناکامی

7۔ بچوں کے حقوق عدم توجہی کا شکار

8۔ مذہب کی آزادی سے پہلوتہی

9۔ ایل جی بی ٹی آئی افراد کو بہتر تحفظ دینے کی ضرورت

جولائی 2018ء کے عام انتخابات نے بہتری کی ضرورت کی نشاندہی کی ہے

اگرچہ 25 جولائی 2018ء کے عام انتخابات وقت پر منعقد ہوئے اور بڑی حد تک پر امن رہے، تاہم نتائج کے اجراء میں کئی دنوں کی تاخیر نے انتخابی نتائج کے بارے میں شبہات پیدا کیے۔ رزلٹ ٹرانسمیشن سسٹم (آر ٹی ایس) اور الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) کی جانب سے مؤثر ذمہ داری لینے میں ہچکچاہٹ نے انتخابات کی شفافیت کے بارے میں سوالات کو جنم دیا۔

علاوہ ازیں، ای سی پی کی کارکردگی انتخابات کے انتظام وانصرام میں پائی جانے والی خامیوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ ایچ آرسی پی نے جن 67 حلقوں میں پولنگ کی نگرانی کی ان میں سے کم از کم 12 حلقوں میں بے قاعدگیاں سامنے آئیں جن میں ووٹوں کی پولنگ ایجنٹوں اور مشاہدہ کاروں کی غیر موجودگی میں گنتی، اور فارم 45، جس کا تعلق گنے گئے ووٹوں کے اعلان نامے سے ہے، کی کمی شامل تھی۔ اس کے علاوہ، کئی ووٹروں کو معلوم نہیں تھا کہ وہ ووٹ ڈالنے کہاں جائیں اور کئی پولنگ اسٹیشن اتنے چھوٹے تھے کہ وہاں زیادہ ووٹر نہیں ٹھہر سکتے تھے جس کے نتیجے میں طویل قطاریں دیکھنے میں آئیں اور کئی ووٹر اپنا ووٹ ڈالنے سے محروم رہ گئے۔ ان مسائل کے علاوہ پولنگ کا عملہ مناسب طور پر تربیت یافتہ نہیں تھا۔

ای سی پی نے فوج سے بھی درخواست کی کہ وہ انتخابات کے دوران پولنگ اسٹیشنوں پر سیکیورٹی مہیا کرے۔ یہ بات خاص طور پر تشویش کا باعث تھی کہ پولنگ اسٹیشنوں کے اندر اور باہر پانچ 2013 کے عام انتخابات کے مقابلے میں گنا زیادہ فوجی اہلکار تعینات کیے گئے تھے، حالانکہ 2013ء میں سکیورٹی کی صورتحال اس سے بھی زیادہ خراب تھی۔ انتخابی جائزہ کاروں نے خاص طور پر اس بات پر تشویش کا اظہار کیا

> ای سی پی کی کارکردگی انتخابات کے انتظام وانصرام میں پائی جانے والی خامیوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ ایچ آرسی پی نے جن **67** حلقوں میں پولنگ کی نگرانی کی ان میں سے کم از کم **12** حلقوں میں بیقاعدگیاں سامنے آئیں جن میں ووٹوں کی پولنگ ایجنٹوں اور مشاہدہ کاروں کی غیر موجودگی میں گنتی، اور فارم **45**، جس کا تعلق گنے گئے ووٹوں کے اعلان نامے سے ہے، کی کمی شامل تھی۔ اس کے علاوہ، کئی ووٹروں کو معلوم نہیں تھا کہ وہ ووٹ ڈالنے کہاں جائیں اور کئی پولنگ اسٹیشن اتنے چھوٹے تھے کہ وہاں زیادہ ووٹر نہیں ٹھہر سکتے تھے جس کے نتیجے میں طویل قطاریں دیکھنے میں آئیں اور کئی ووٹر اپنا ووٹ ڈالنے سے محروم رہ گئے۔

کہ پولنگ اسٹیشنوں کے اندر فوجی اہلکار بہت بڑی تعداد میں موجود تھے اور یہ کہ انہیں نچلی عدالت کے جج کے اختیارات دیے گئے تھے۔ جولائی 2018 سے پہلے، ایک کروڑ بیس لاکھ خواتین کے پاس کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ نہیں تھے اور وہ انتخابات میں ووٹ ڈالنے کے لیے رجسٹر نہیں ہوسکی تھیں۔ اگرچہ تقریباً 32 لاکھ کو ایمرجنسی شناختی کارڈ جاری کیے گئے تاکہ وہ انتخابات میں ووٹ ڈال سکیں، تاہم لاکھوں افراد پھر بھی ووٹ ڈالنے سے محروم رہ گئے۔ علاوہ ازیں، اگرچہ کئی مثبت پیش رفتیں دیکھنے میں آئیں، جیسے کہ ضلع دیر میں خواتین نے پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ووٹ ڈالا، تاہم دو حلقوں میں انتخابات کو کالعدم قرار دے دیا گیا کیونکہ خواتین کے ووٹوں کا تناسب 10 فیصد سے کم تھا، جس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی تھی کہ خواتین کو ووٹ ڈالنے میں شدید رکاوٹوں کا سامنا تھا۔ ایسی شکایات بھی مسلسل موصول ہوئیں کہ کئی علاقوں میں خواتین کو ووٹ ڈالنے کے حق سے محروم رکھا گیا۔ حکام معذوری کا شکار افراد کی پولنگ اسٹیشنوں تک رسائی کو آسانی بنانے میں ناکام رہے۔ بہت سے کیسز میں، جائزہ کاروں نے اطلاع دی کہ معذور ووٹروں کا ووٹ ان پولنگ اسٹیشنوں میں رجسٹر تھا جو زمینی منزل پر واقع نہیں تھے۔

سفارشات

یورپی یونین کو حکومت پاکستان سے مطالبہ کرنا چاہئیکہ وہ:

- انتخابی نظام کے حوالے سے اصلاحات کرے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ مستقبل کے انتخابات سے پہلے انتخابی عمل میں پائی جانے والی خامیاں دور ہو جائیں۔
- اس بات کو یقینی بنائے کہ اگلے انتخابات سے پہلے خواتین، معذوری کا شکار افراد، اور دیگر کمزور گروہوں کو درپیش مشکلات کا خاتمہ ہو۔

جبری گمشدگیوں میں اضافہ اور مجرموں کو حاصل سزا سے استثنا

پاکستان میں ریاستی ایجنسیوں کی جانب سے یا ان کی رضامندی سے جبری گمشدگیوں کا سلسلہ وسیع پیمانے پر جاری ہے۔ مارچ 2011 میں اپنے قیام سے لے کر 31 جولائی 2018 تک، حکومت کی جانب سے قائم کردہ جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن کو 5290 کیسز موصول ہوئے۔ اگست 2018 میں، اسے 59 نئے کیسز موصول ہوئے اور 31 جولائی 2018 تک کمیشن کے پاس 1830 کیسز زیر التوا تھے۔ اگرچہ تحقیقاتی کمیشن نے سرکاری طور پر کئی کیسز حل کیے ہیں تاہم انسانی حقوق کے گروہوں کا ماننا ہے کہ جبری گمشدگیوں کے واقعات کی اصل تعداد سرکاری اعداد وشمار سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ، کمیشن کے پاس اتنے اختیارات اور وسائل نہیں ہیں کہ وہ اپنے مینڈیٹ کا مؤثر طور پر استعمال کر سکے، خاص طور پر ایک شفاف طریقہ کار تشکیل دینے کے حوالے سے جس میں عوام کو ایسے کیسز اور ان میں ملوث مجرموں کی تفصیلات سے آگاہ کیا جاسکے۔ جبری

گمشدگیوں، اور اس سے وابستہ ایذارسانی اور ہلاکتوں کی اطلاعات کی تحقیقات یا تو ہوتی ہی نہیں یا پھر یہ انتہائی غیر مؤثر ہوتی ہیں۔ متاثرین کے خاندانوں کو معاوضہ نہیں دیا جاتا اور جب وہ انصاف کے حصول کی کوشش کرتے ہیں تو انہیں مسلسل دھمکایا جاتا ہے۔ موجودہ قانون، جیسے کہ 2011 کا ایکشنز (اِن ایڈ آف سول پاورز) ریگولیشنز، کے باعث جبری گمشدگیوں کا خطرہ بڑھ گیا ہے کیونکہ یہ فوج کو کسی وارنٹ، عدالتی نگرانی یا باضابطہ قانونی کارروائی کے بغیر مشتبہ افراد کو ان حراستی مراکز میں غیر معینہ مدت تک قید رکھنے کی اجازت دیتا ہے جو ویسے تو حکومت کے زیر انتظام ہونے چاہئیں لیکن عملی طور پر ان کا انتظام فوج کے پاس ہے۔

جولائی 2018 میں، ایک آئی ٹی ماہر اور سافٹ ویئر ڈویلپر ساجد محمود کے جبری گمشدگی کے کیس میں، اسلام آباد ہائی کورٹ نے اپنے ایک تاریخ ساز فیصلےمیں حکم دیا کہ جبری گمشدگیوں میں ملوث اہلکاروں فوجداری سزا کے مستوجب ہوں گے اور ان کے خلاف انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت کارروائی ہوسکتی ہے۔ ہائی کورٹ نے اپنے فیصلے میں ہائی کورٹ نے جبری گمشدگیوں کی تمام افراد کو جبری گمشدگیوں سے تحفظ فراہم کرنے کے ایکٹ (آئی سی پی پی ای ڈی) کی مطابقت میں تعریف کی، حالانکہ پاکستان نے اس معاہدے کا فریق نہیں ہے۔

اگست 2018 میں سینیٹ کی عاملہ کمیٹی برائے انسانی حقوق کو بریفنگ دیتے ہوئے، تحقیقاتی کمیشن کے چیئرمین نے بتایا کہ ریاستی ایجنسی کے تقریباً 200 اہلکاروں کے خلاف کارروائی کی گئی تھی لیکن وہ کسی قسم کی تفصیلات نہیں بتائیں گے بلکہ سینیٹ کمیٹی کے اراکین کو خفیہ طور پر معلومات فراہم کریں گے۔ دریں اثنا، اگرچہ وزارت داخلہ کی جانب سے جبری گمشدگیوں کے الزامات کی تحقیقات کے لیے قائم کی گئی کمیٹی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ 2010 میں مکمل ہوچکی تھی تاہم اسے اب تک شائع نہیں کیا گیا۔

پاکستان کے تیسرے عالمی سلسلہ وار جائزے (یو پی آر) میں، جو نومبر 2017 میں ہوا، حکومت نے آئی سی پی پی ای ڈی کے حوالے سے موصول ہونے والی سفارشات کو قبول نہیں کیا، اگرچہ اس نے دو سفارشات کو تسلیم کیا جن میں جبری گمشدگیوں کے الزامات کی تحقیقات کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

سفارشات

یورپی یونین کو حکومت پاکستان پر زور دینا چاہئے کہ وہ:

- آئی سی پی پی ای ڈی کی توثیق کرے اور جبری گمشدگیوں کو مؤثر طور پر جرم قرار دے۔
- 2011 کے ایکشنز (اِن ایڈ آف سول پاورز) ریگولیشنز میں ترمیم کرے تاکہ بین الاقوامی معیارات کی مطابقت میں چارج، عدالتی نگرانی یا باضابطہ قانونی کارروائی کے بغیر حراست حراست پر پابندی لگائی جاسکے۔
- جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن کو ضروری صلاحیت، وسائل، اور مدد فراہم کی جائے تاکہ یہ اپنے مینڈیٹ کا مؤثر طور پر استعمال کرسکے۔
- وزارت داخلہ کی کمیٹی کی جانب سے جبری گمشدگی کے الزامات سے متعلق تیار کی گئی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ کو بلا تاخیر عام کیا جائے۔
- جبری گمشدگیوں اور اس سے وابستہ جرائم کی مؤثر تحقیقات کی جائیں، مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے، اور متاثرین اور ان کے خاندانوں کو معاوضہ ادا کیا جائے۔

اگست **2018** میں سینیٹ کی عاملہ کمیٹی برائے انسانی حقوق کو بریفنگ دیتے ہوئے، تحقیقاتی کمیشن کے چیئرمین نے بتایا کہ ریاستی ایجنسی کے تقریباً**200** اہلکاروں کے خلاف کارروائی کی گئی تھی لیکن وہ کسی قسم کی تفصیلات نہیں بتائیں گے بلکہ سینیٹ کمیٹی کے اراکین کو خفیہ طور پر معلومات فراہم کریں گے۔ دریں اثنا، اگرچہ وزارت داخلہ کی جانب سے جبری گمشدگیوں کے الزامات کی تحقیقات کے لیے قائم کی گئی کمیٹی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ **2010** میں مکمل ہوچکی تھی تاہم اسے اب تک شائع نہیں کیا گیا۔

پاکستان کا شمار اب بھی سب سے زیادہ پھانسیاں دینے والے ممالک میں ہوتا ہے

پاکستان میں سزائے موت کا استعمال جاری ہے جو اس کی بین الاقوامی ذمہ داریوں، خاص طور پر بین الاقوامی کنونشن برائے شہری و سیاسی حقوق (آئی سی سی پی آر) اور ایذارسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا توہین آمیز برتاؤ یا سزا کے خلاف کنونشن (کیٹ) کی خلاف ورزی ہے۔ یکم جنوری 2018 سے 15 اکتوبر 2018 کے درمیان کم از کم 10 افراد کو پھانسی دی گئی اور کم از کم 124 کو موت کی سزا سنائی گئی، جس سے پاکستان پھانسی دینے والے دنیا کے پانچ سرفہرست ممالک میں شامل ہوگیا ہے۔ 2017 میں، کم از کم 60 افراد کو پھانسی دی گئی اور 200 سے زائد لوگوں کو سزائے موت دی گئی۔ اکتوبر 2018 تک، کم از کم 4700 افراد سزائے موت کے منتظر تھے۔

پاکستانی قوانین 27 سے جرائم کے لیے سزائے موت تجویز کرتے ہیں جن میں سے زیادہ تر "سنگین ترین جرائم" کے معیار پر پورا نہیں اترتے، جیسے کہ توہین مذہب (نیچے دیکھیں، مذہب کی آزادی سے پہلو تہی)۔ علاوہ ازیں، سزائے موت کا اطلاق نہ صرف ان لوگوں پر بھی کیا جاتا ہے جو جرم کے ارتکاب کے وقت کم سن تھے بلکہ اس کا اطلاق معذوروں پر بھی کیا جاتا ہے۔ بچوں پر سزائے موت کا اطلاق کرنا بچوں کے حقوق کے معاہدے کے تحت پاکستان کی ذمہ داریوں کی خلاف ورزی ہے۔ مزید براں، سزائے موت کے منتظر افراد کی جانب سے صدر سے کی گئیں رحم کی اپیلوں کو بھی مسترد کردیا جاتا ہے۔

پاکستان میں بہت سی پھانسیاں غیر منصفانہ قانونی کارروائیوں بشمول، ناکافی ثبوت اور اقبال جرم کے لیے تشدد کے استعمال، کا نتیجہ ہیں۔ یہ خاص طور پر فوجی اور انسداد دہشت گردی کی عدالتوں کے معاملے میں دیکھا گیا ہے (نیچے دیکھیں، فوجی اور انسداد دہشت گردی کی عدالتوں کی جانب سے شفاف ٹرائل کے حق کی تردید)۔

اپنے 2017 کے یو پی آر کے دوران، حکومت نے سزائے موت سے متعلق موصول ہونے والی 34 سفارشات میں سے ایک کو بھی تسلیم نہیں کیا۔ ان میں سے 22 سفارشات میں سزائے موت پر پابندی بحال کرنے، آٹھ میں آئی سی سی پی آر کے دوسرے اختیاری پروٹوکول (آئی سی سی پی آر-او پی 2) کی توثیق، اور چار میں بچوں کی سزائے موت اور پھانسی پر پابندی پر زور دیا گیا تھا۔

سفارشات

یورپی یونین کو حکومت پاکستان پر زور دینا چاہئے کہ وہ:

- سزائے موت پر پابندی بحال اور آئی سی سی پی آر کے دوسرے اختیاری پروٹوکول (آئی سی سی پی آر-او پی 2) کی توثیق کرے۔
- ان جرائم کے لیے سزائے موت ختم کرے جو "سنگین ترین جرائم" کے معیار پر پورا نہیں اترتے۔ یہ تمام جرائم کے لیے سزائے موت کی خاتمے کی جانب پہلا قدم ہے۔
- لازمی سزائے موت ختم کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ سزائے موت کا کسی بھی صورت میں کم سن بچوں یا معذور افراد پر اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔

فوجی اور انسداد دہشت گردی کی عدالتوں کی جانب سے شفاف ٹرائل کے حق کی تردید

پاکستان کی جانب سے فوجی اور انسداد دہشت گردی کی

عدالتوں کا استعمال انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات، خاص طور پر آئی سی سی پی آر کے تحت شفاف ٹرائل کے حق کی خلاف ورزی ہے۔ جنوری 2015 میں، پارلیمنٹ نے فوجی عدالتوں کے دہشت گردی میں مبینہ طور پر ملوث عام شہریوں کے ٹرائل سے متعلق دائرہ اختیار کو 22 مارچ تک توسیع دے دی، جس کی بظاہر وجہ یہ تھی کہ انسداد دہشت گردی کی عدالتوں میں بہت بڑی تعداد میں مقدمات زیر التوا تھے۔ اس دائرہ اختیار کو مزید جنوری 2019 تک توسیع دے دی گئی۔ جنوری 2017 سے اکتوبر 2018 کے درمیان فوجی عدالتوں نے کم از کم 18 لوگوں کو موت کی سزا سنائی جبکہ 43 افراد کو فوجی عدالتوں سے سزا کے بعد پھانسی دی گئی۔ فوجی عدالتوں میں عام شہریوں کے ٹرائل خفیہ ہوتے ہیں۔ مدعا علیہ کو وکیل کی خدمات حاصل کرنے یا سویلین عدالتوں میں اپنے مقدمات کی اپیل کرنے کا حق نہیں دیا جاتا۔ ان کے خلاف الزامات اور شواہد کو عام نہیں کیا جاتا اور تحریری فیصلوں، بشمول حقائق اور قانونی دلائل کی تشہیر نہیں کی جاتی۔

فوجی عدالتیں جن مشتبہ افراد کا ٹرائل کرتی ہیں انہیں خفیہ مقامات پر قید رکھا جات ہے اور انہیں اپنے خاندان یا وکیل تک رسائی نہیں ہوتی، جس سے ایذا رسانی کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق فوجی عدالتوں کی جانب سے عام شہریوں کو دی جانے والی 95 فیصد سزائیں اقبال جرم پر مبنی ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں، 1952 کا پاکستان آرمی ایکٹ بچوں کے فوجی عدالت میں ٹرائل کی اجازت دیتا ہے، باوجود 2000 کے بچوں کے نظام انصاف کے آرڈیننس کے، جو بچوں کی عدالتوں کو کم سن بچوں کے حوالے سے وسیع اختیارات دیتا ہے اور عدالتوں کو کم سن مجرموں کو سزائے موت دینے سے منع کرتا ہے۔ نومبر 2017 میں پاکستان کے تیسرے یو پی آر کے دوران، حکومت نے دو سفارشات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جن میں عام شہریوں کے ٹرائل کے لیے فوجی عدالتوں کا استعمال روکنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

1997 کے انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت قائم کی گئیں انسداد دہشت گردی کی عدالتوں کو چند ایسے جرائم کے حوالے سے دائرہ اختیار حاصل ہے جن کا تعلق مبینہ دہشت گردی سے ہو۔ جنوری 2017 سے اکتوبر 2018 کے درمیان انسداد دہشت گردی کی عدالتوں نے 37 افراد کو موت کی سزا سنائی۔

انسداد دہشت گردی کی عدالتیں کچھ ٹرائلز کو خفیہ رکھتی ہیں۔ اس سے طریقہ کار سے متعلق حفاظتی اقدامات کے حوالے سے وہی خدشات پیدا ہوتے ہیں جن کا اظہار فوجی عدالتوں کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ 1997 کے انسداد دہشت گردی ایکٹ کے سیکشن 21(h) کے تحت، پولیس کی حراست میں کرائے گئے اقبال جرم انسداد دہشت گردی کی عدالت میں بطور شواہد قابل قبول ہیں، جو کیٹ کے آرٹیکل 15 کے تحت پاکستان کی ذمہ داریوں کی خلاف ورزی ہے۔ اس کے علاوہ 2002 کیا نسداد دہشت گردی (دوسرا ترمیمی) آرڈیننس کے تحت حکام حکومت کی "دہشت گردی کی فہرست" میں موجود افراد کو بغیر الزام کے ایک سال تک قید رکھنے کا صوابدیدی اختیار دینے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔

سفارشات

یورپی یونین کو حکومت پاکستان پر زور دینا چاہیئے کہ وہ:

- عام شہریوں کے ٹرائل کے حوالے سے فوجی عدالتوں کے دائرہ اختیار کو ختم کرے۔
- اس بات کو یقینی بنائے کہ فوجی عدالتوں میں پیش ہونے والے مدعا علیان کو وکیل تک رسائی اور سول عدالتوں میں اپیل کا حق دیا جائے؛ اور یہ کہ ان کے خلاف الزامات اور شواہد، اور حتمی فیصلوں کو عام کیا جائے۔
- اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ فوجی اور انسداد دہشت گردی کی عدالتوں کے ٹرائلز کو خفیہ نہ رکھا جائے۔
- اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ مشتبہ افراد کو خفیہ حراست میں نہ رکھا جائے اور ان کے خاندان اور وکیل تک رسائی دی جائے۔
- اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ جبر کے ذریعے کرائے گئے اقبال جرم کو کسی بھی عدالت میں ثبوت کے طور پر تسلیم نہ کیا جائے۔
- اس بات کو یقینی بنائے کہ فوجی اور انسداد دہشت گردی کی عدالتیں کسی بھی صورت میں ان افراد کا ٹرائل نہ کریں جو جرم کے ارتکاب کے وقت کم سن تھے۔
- حکام کی ان افراد کو بغیر الزام ایک سال تک زیر حراست رکھنے کی قابلیت کا خاتمہ کیا جائے جن کا نام "دہشت گردی کی فہرست" میں موجود ہو۔
- فوجی اور انسداد دہشت گردی کی عدالتوں کا سزائے موت دینے کا اختیار ختم کیا جائے۔

اظہار رائے اور انجمن سازی کی آزادی زیر عتاب

پاکستان میں اظہار رائے کی آزادی خاص طور پر حکومت، اس کی پالیسیوں، اور اسلام پر تنقید کے حوالے سے، ایک طویل عرصے سے پابندیوں کی زد میں ہے۔ صحافیوں، بلاگروں، انسانی حقوق کے محافظوں، اور سیاسی اختلاف رکھنے والوں کو حکومت پر تنقید کی بناء پر مسلسل ہراسانی اور دھمکیوں، من مانی حراستوں، ایذا رسانی، قتل اور جبری گمشدگی

فوجی عدالتیں جن مشتبہ افراد کا ٹرائل کرتی ہیں انہیں خفیہ مقامات پر قید رکھا جات ہے اور انہیں اپنے خاندان یا وکیل تک رسائی نہیں ہوتی، جس سے ایذا رسانی کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق فوجی عدالتوں کی جانب سے عام شہریوں کو دی جانے والی **95** فیصد سزائیں اقبال جرم پر مبنی ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں، **1952** کا پاکستان آرمی ایکٹ بچوں کے فوجی عدالت میں ٹرائل کی اجازت دیتا ہے، باوجود **2000** کے بچوں کے نظام انصاف کے آرڈیننس کے، جو بچوں کی عدالتوں کو کم سن بچوں کے حوالے سے وسیع اختیارات دیتا ہے اور عدالتوں کو کم سن مجرموں کو سزائے موت دینے سے منع کرتا ہے۔

کا سامنا ہے۔ گواہان کے مطابق، 5 جون 2018 کو صحافی اور انسانی حقوق کی کارکن گل بخاری کو فوجی وردی میں ملبوس افراد نے لاہور سے اغواء کیا۔ کئی گھنٹوں کے بعد ان کی رہائی کے باوجود ان کے اغواء کے حوالے سے کوئی تحقیقات نہیں کی گئیں۔

مئی 2018 میں سابق نواز شریف کا انٹرویو کرنے کے بعد، ستمبر کے آخر میں لاہور ہائی کورٹ نے ڈان کے صحافی سرل المیڈا کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیے اور ان کے بیرون ملک سفر پر پابندی عائد کر دی۔ اگرچہ بعدازاں ان کے وارنٹ گرفتاری واپس لے لیے گئے تاہم ایسی کارروائیوں کے صحافیوں پر حوصلہ شکن اثرات مرتب ہوئے جن کا اب یہ ماننا ہے کہ انہیں اب محض اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریاں انجام دینے پر غداری کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے۔

سیلز ایجنٹوں کا کہنا تھا کہ 12 مئی 2018 کو مسٹر شریف کے انٹرویو کے بعد شہروں اور قصبوں میں روزمرہ بنیادوں پر ڈان کی ترسیل روک دی گئی، خاص کر ان علاقوں میں جو فوج اور پولیس کے مراکز کے قریب تھے۔ اپریل 2018، ملک کے کئی حصوں میں کیبل آپریٹرز نے وارننگ دیے بغیر جیو ٹی وی کی نشریات بند کر دیں اور پھر اطلاعات کے مطابق، "سیاسی کوریج میں تبدیلی" کے لیے فوج کے ساتھ بات چیت ہونے کے بعد نشریات بحال کیں۔

آن لائن اظہار رائے کی آزادی اور خلوت کے حقوق کو الیکٹرانک کرائمز ایکٹ 2016 (پیکا) نے بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ پیکا نے ٹیلی کمیونیکیشنز کو کنٹرول کرنے والے ریاستی ادارے ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی کو آن لائن مواد پر نظر رکھنے اور

سنسر کرنے کا اختیار دیا ہے۔ سروس فراہم کنندگان کو ڈیٹا محفوظ رکھنے کا پابند بنایا ہے تاکہ حکومت اسے دیکھ سکے اور اس حوالے سے پرائیویسی کے حقوق کا بالکل بھی خیال نہیں رکھا گیا، اور مبہم وجوہات پر ویب سائٹ بند کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس کے علاوہ براڈ کاسٹ میڈیا کو کنٹرول کرنے والے ادارے، الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی کی نگرانی کے طرائق کار یا حفاظتی اقدامات کا نظام بہت غیر موثر ہے۔ ضابطہ فوجداری کا آرٹیکل 295 سی جو تضحیک مذہب کو جرم قرار دیتا ہے [نیچے ملاحظہ کریں، مذہبی کی آزادی سے پہلو تہی] اختلاف رائے کو دبانے کے لیے حکومت کا ایک اور قانونی ہتھیار ہے۔

پاکستان میں انجمن سازی کی آزادی بھی پابندیوں کا شکار ہے۔ سول سوسائٹی کے لیے تنگ ہوتی ہوئی جگہ کی نشاندہی انسانی حقوق کی تنظیموں کی غیر قانونی بندش اور انہیں ڈرانے دھمکانے اور ہراساں کرنے کی دیگر کارروائیوں سے بخوبی ہوتی ہے۔

سیکیورٹی و انٹیلیجنس ایجنسیوں کے اہلکاروں کے مستقل دورے ان کارروائیوں کا حصہ ہیں۔ اکتوبر 2018 کے اوائل ہیں، حکوت نے ایکشن ایڈ اور سیو دی چلڈرن سمیت 18 غیر ملکی امدادی تنظیموں کو اپنی سرگرمیاں بند کرنے اور ملک چھوڑنے کا حکم دیا۔ ان تنظیموں کو 2017 میں اپنا کام بند کرنے اور ملک چھوڑنے کا حکم دیا گیا تھا جس کے خلاف انہوں نے اپیل دائر کی تھی جسے مسترد کر دیا گیا تھا۔ یہ اقدام 2015 میں کی گئی ایک درخواست کے جواب میں کیا گیا جس میں تمام غیر ملکی امدادی اور ایڈووکیس تنظیموں کو از سر نو رجسٹریشن کروانے کے لیے کہا گیا تھا جس کا بظاہر مقصد ان کی سرگرمیوں کی اور زیادہ بہتر طریقے سے نگرانی کرنا تھا۔

یو پی آر 2017 میں، حکومت نے صحافیوں کے تحفظ اور مجرموں کو سزا کے فقدان کے خاتمے کے لیے کی گئی سات میں صرف چار قبول کیں اور انسانی حقوق کے محافظین کے تحفظ کی چھ میں سے صرف تین سفارشات قبول کیں۔ حکومت نے مذہب کی تضحیک کے قوانین کو ختم کرنے یا ان میں ترمیم کرنے سے متعلق 14 سفارشات میں سے ایک بھی قبول نہیں کی اور نہ ہی ان اظہار رائے کی آزادی کو تحفظ دینے کی سفارش قبول کی۔

سفارشات

ای یو کو پاکستانی حکومت سے مطالبہ کرنا چاہیے کہ وہ:

- اظہار رائے کی آزادی اور پرائیویسی کے حق، بالخصوص آن لائن اظہار کی آزادی کا احترام کرے۔
- صحافیوں، بلاگرز، انسانی حقوق کے محافظین اور سیاسی اختلاف رائے کرنے والوں کی زندگیوں اور حقوق کے تحفظات کے لیفیوری اقدامات کرے۔
- پیکا کو عالمی اصولوں کی مطابقت میں لانے کے لیے اس میں ترمیم کرے۔
- ضابطہ فوجداری کے آرٹیکل 295 سی (تضحیک مذہب 9 میں ترمیم کرے۔
- این جی اوز کی من مانی بندش اور انہیں ملک سے نکالنے کا سلسلہ ترک کرے اور ان کے عملے کو دھمکانے اور ہراساں کرنے کا کام بھی بند کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ وہ انجمن سازی کا حق استعمال کر سکیں۔

> یو پی آر **2017** میں، حکومت نے صحافیوں کے تحفظ اور مجرموں کو سزا کے فقدان کے خاتمے کے لیے کی گئی سات میں صرف چار قبول کیں اور انسانی حقوق کے محافظین کے تحفظ کی چھ میں سے صرف تین سفارشات قبول کیں۔ حکومت نے مذہب کی تضحیک کے قوانین کو ختم کرنے یا ان میں ترمیم کرنے سے متعلق **14** سفارشات میں سے ایک بھی قبول نہیں کی اور نہ ہی ان اظہار رائے کی آزادی کو تحفظ دینے کی سفارش قبول کی۔

عورتوں کے حقوق کو تحفظ دینے میں ناکامی

پاکستان عورتوں کے حقوق کے تحفظ اور تکمیل میں بدستور ناکام ہے اور اس طرح اپنے ان عالمی فرائض کو انجام نہیں دے رہا جو اس پر عالمی معاہدوں کی رو سے عائد ہیں جن کی اس نے توثیق کر رکھی ہے۔ 2016 میں ریپ اور غیرت کے نام پر قتل کو جرم قرار دینے کے لیے ترامیم کیے جانے کے باوجود، عورتوں کے خلاف تشدد جاری و ساری ہے اور ریپ کا نشانہ بنیا و عزت کے نام پر قتل ہونے والوں انصاف کی مؤثر فراہمی یقینی نہیں بنائی جا سکی۔ ستمبر 2018 میں، پنجاب کے علاقے حافظ آباد میں، ایک باپ نے اپنی بیٹی، اس کے بچوں اور اس کے خاوند کو قتل کرنے کا اعتراف کیا۔ مقتولہ کو قتل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنی پسند کی شادی کی تھی۔ اس مہینے میں، کراچی میں ایک عورت اور اس کے کم عمر ہمسائے کو اس کے خاوند نے اس کے باپ کی مدد سے گلا گھونٹ کر مار دیا۔ قاتلوں کو شبہ تھا کہ ان کے غیر ازدواجی تعلقات استوار تھے۔

عورتوں کو گھریلو تشدد سے تحفظ فراہم کرنے والے حفاظتی اقدامات بھی ناکافی ہیں اور گھریلو تشدد پر سزا کی شرح بہت کم ہے۔ اس کی بنیادی وجہ رپورٹنگ کی کم شرح ہے کیونکہ عورتوں کو ڈرا دھمکا کر اور ہراساں کر کے شکایات کرنے سے روکا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ، اسقاط حمل کو جرم قرار دینے کی وجہ سے بچے جننے والی ماؤں کے مرنے کی شرح بدستور زیادہ ہے۔ رضا کارانہ اسقاط حمل کی اجازت ہے جہاں ایسا کرنا کسی عورت کی زندگی بچانے کیلیے یا علاج کے لیے ضروری ہو، مگر اس موضوع پر ناکافی تعلیم، عام آبادی اور طبی شعبے میں بھی، کی وجہ سے عورتوں کی ایک بڑی تعداد اسقاط حمل کے غیر محفوظ طریقے اختیار کرتی ہے۔

پاکستان میں متعدد عورتوں کے پاس ابھی بھی قومی شناختی کارڈ نہیں ہیں جس کے باعث ان کے حقوق بشمول رائے دہی کا حق متاثر ہو رہے ہیں (اوپر ملاحظہ کریں، جولائی 2018ء کے عام انتخابات نے بہتری کی ضرورت کی نشاندہی کی ہے)۔

سفارشات

ای یو کو پاکستانی حکومت سے مطالبہ کرنا چاہیے کہ وہ:

- 2016 میں ریپ اور عزت کے نام پر قتل کے جرائم کے حوالے سے ہونے والی ترامیم کا مؤثر نفاذ کرے اور متاثرین کو انصاف تک مؤثر رسائی کو یقینی بنائے۔
- گھریلو تشدد کی رپورٹنگ کی حوصلہ افزائی کرے، اور اس بات کو یقینی بنائے کہ ان جرائم کی مؤثر تحقیقات، قانونی کاروائی اور سزایابی ہو۔ رپورٹنگ کے عمل اور تیاریوں کے دوران، متاثرین کی مناسب اور مؤثر مدد کرے۔
- ایسی قوانین پر نظر ثانی کرے جو رضا کارانہ اسقاط حمل پر غیر ضروری پابندیاں عائد کرتے ہیں؛ جنسی اور تولیدی صحت کے حوالے مناسب تعلیم کا بندوبست کرے؛ اور امتناع حمل تک مؤثر اور عام رسائی میں بہتری لائے۔
- ایسے حالات پیدا کرے کہ پاکستان کی تمام عورتوں کو قومی شناختی کارڈز تک رسائی ملے۔

بچوں کے حقوق پر عدم توجہی کا شکار

پاکستان میں بچوں کے حقوق کی پامالی جاری ہے جو کہ کئی عالمی دستاویزات کی رو سے ملک پر عائد ذمہ داریوں کے منافی ہے۔ کمسنی کی شادیوں اور بچوں کی مشقت کے علاوہ، گذشتہ برسوں میں کئی بچوں کو پھانسی بھی دی گئی (اوپر دیکھیں، پاکستان کا شمار اب بھی سب سے زیادہ پھانسیاں دینے والے ممالک میں ہوتا ہے)۔

بچوں کو پولیس کی تحویل میں تشدد کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے۔ بچے فرقہ وارانہ تشدد سے بھی بہت زیادہ متاثر ہو رہے ہے

ہیں، خاص طور پر انتہا پسند گروہوں کے ہاتھوں خودکش بمبار بن کر۔

بچوں پر جنسی تشدد عام ہے اور زیادہ تر واقعات میں مجرموں کو سزا نہیں ہوتی۔ پاکستان میں بچوں کے حقوق کے تحفظ وفروغ کے لیے ایک آزاد ادارہ ابھی تک قائم نہیں ہوا حالانکہ فروری 2017 میں نیشنل اسمبلی نے قومی کمیشن برائے حقوق اطفال منظور کیا تھا جس کی رو سے ایسے ادارے کا قیام ضروری ہے۔

پاکستان میں بچوں کی شادی اور جبری شادی کا رجحان عام ہے۔ یونیسف کے اعدادوشمار کے مطابق، 21 فیصد لڑکیوں کی شادی 18 برس کی عمر سے پہلے کر دی گئی ہے۔ صوبہ سندھ کے علاوہ، جہاں لڑکیوں کی شادی کی کم از کم عمر 18 برس ہے، لڑکیوں کی شادی کی کم از کم عمر 16 برس ہے اور جنوری 2016 سے کوشش ہو رہی ہے کہ لڑکیوں کی شادی کی عمر 16 برس سے بڑھانے کے لیے قانون سازی کی جائے۔ یو پی آر 2017 کے دوران، حکومت نے چار سفارشات قبول نہیں کی تھیں جن میں شادی کی کم از کم عمر 18 برس کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

پاکستان میں بچے بدستور غلامی سے ملتے جلتے حالات میں جبری مشقت کا نشانہ بن رہے ہیں، خاص کر اینٹوں کے بھٹوں اور گھریلو مشقت کے شعبوں میں۔ محنت کے قوانین گھریلو ورکرز بشمول چائلڈ ورکرز کا احاطہ نہیں کرتے۔ ناکافی لیبر تحقیقات کی بدولت، مجرموں کو شاذ ونادر ہی انصاف کے کٹہرے میں لایا جاتا ہے اور متاثرین کو مئوثر تلافی اور مدد میسر نہیں ہے۔

سفارشات

ای یو کو پاکستانی حکومت سے مطالبہ کرنا چاہیے کہ وہ:

- پورے ملک میں لڑکیوں کی شادی کی کم از کم عمر 18 برس کرنے کے لیے قانون سازی یقینی بنائے۔
- بچوں کے جنسی تشدد کے واقعات کی مکمل تحقیقات کرے، مجرموں کے خلاف قانونی کاروائی اور انہیں سزا یقینی بنائے، اور متاثرین کو مئوثر تلافی کی فراہمی اور معاشرے میں ان کی بحالی نو کو یقینی بنائے۔
- محنت کے قوانین کا نفاذ یقینی بنائے اور کام کے محفوظ حالات کے لیے قواعد وضوابط تشکیل دے۔
- موثر لیبر تحقیقات اور مجرموں کے خلاف مقدمات قائم کرکے اور انہیں سزا دے کر بچوں کی مشقت کا خاتمہ کرے۔

مذہب کی آزادی

ہندوؤں، مسیحیوں، سکھوں، احمدیوں، اور شیعوں کو بڑی سطحوں پر امتیاز کا سامنا ہے۔ ستمبر 2018 کے اوائل میں، حکومت کے معاشی مشیر، عاطف میاں، ایک احمدی کو مسلم ملاؤں کے دباؤ کے باعث مستعفی ہونا پڑا۔

خاص تشویش کی وجہ ضابطہ فوجداری کا آرٹیکل 295 (سی) (توہین رسالت) ہے جو کہ مبہم شقیں ہیں جن کا استعمال اسلام کے ناقدین اور مذہبی اقلیتوں کے لوگوں کے خلاف کیا جا رہا ہے۔ آرٹیکل 295 (سی) کی خلاف ورزی کی سزا موت تجویز کی گئی ہے۔ ستمبر 2108 میں، صوبہ پنجاب کے علاقے ساہیوال میں ایک پیر کو توہین رسالت کے الزامات پر سزائے موت اور 50,000 (€300) روپے جرمانہ کیا گیا۔ ایک 47 سالہ پاکسانی مسیحی عورت، آسیہ بی بی کو 2010 میں توہین رسالت کے الزام پر سزائے موت سنانے کے بعد جیل میں بند رکھا گیا۔ اکتوبر 2018 میں سپریم کورٹ سے ان کی بریت کے بعد، انتہائی دائیں بازو کے سیاسی-مذہبی جماعتوں نے عدالتی فیصلے کے خلاف احتجاج کیا اور ججوں کو دھمکیاں دیں۔

عالمی مذہبی آزادی کے امریکی کمیشن کے مطابق، کم از کم 40 لوگ توہین رسالت میں سزائے موت کے قیدی ہیں یا عمر قید کاٹ رہے ہیں جبکہ مزید سینکڑوں کو اپنے ٹرائل کا انتظار ہے۔ اطلاعات کے مطابق، توہین رسالت کے مقدمات سننے والے ججوں کو ہراساں کیا جاتا ہے، ڈرایا جاتا ہے اور دھمکیاں دی جاتی ہیں تاکہ ان سے ناجائز فیصلے کروائے جائیں۔ وکیلوں کو بھی دھمکایا اور ہراساں کیا جاتا ہے تاکہ انہیں مذہب کی توہین کے ملزموں کی نمائندگی سے روکا جائے۔

مذہب کی تضحیک کے قانون کو ذاتی مفاد کے لیے استعمال ہونے سے روکنے کے لیے بھی حفاظتی اقدامات کا فقدان ہے۔ مارچ 2018 میں سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے تجویز پیش کی کہ 295 (سی) کے تحت جھوٹا الزام عائد کرنے والے پر بھی وہی سزا لاگو کی جائے جو اس جرم کے لیے لاگو ہے۔ اس پیش رفت سے پہلے اگست 2017 میں اسلام آباد ہائی کورٹ نے پارلیمان کو 295 (سی) کا غلط استعمال روکنے کے لیے اس میں ترمیم کی درخواست کی تھی۔

نومبر 2017 میں پاکستان کے تیسرے یو پی آر کے دوران، حکومت نے ان 10 میں سے ایک بھی سفارش قبول نہ کی جن میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ مذہبی اقلیتوں اور مذہب یا عقیدے کے حق کے تحفظ کے لیے حفاظتی اقدامات کیے جائیں۔ حکومت کا عہد مذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد کی تمام اطلاعات کی تحقیقات اور ذمہ داران کو انصاف کے کٹہرے میں لانے تک محدود تھا۔

سفارشات

ای یو کو پاکستانی حکومت سے مطالبہ کرنا چاہیے کہ وہ:

- ضابطہ فوجداری کی دفعہ 295 (سی) اور تمام قانونی شقوں کو منسوخ یا ان میں ترمیم کرے جو مذہب کی بنیاد پر امتیاز برتتی ہیں تاکہ ان قوانین کو آئی سی سی پی آر کے تحت پاکستانی ذمہ داریوں کی مطابقت میں لایا جا سکے۔
- محض اپنی رائے رکھنے اور اس کے اظہار کی پاداش میں اس وقت 295 (سی) کے تحت جیلوں میں بند تمام قیدیوں کو رہا کیا جائے۔
- مذہبی اقلیتوں کو تحفظ دینے اور مذہب یا عقیدے کی آزادی کے حق کے تحفظ وفروغ کے لیے قانون سازی کی جائے۔

ایل جی بی ٹی لوگوں کو زیادہ تحفظ کی ضرورت ہے

اگرچہ ہم جنس پرست عورتوں، ہم جنس پرست مردوں، خواجہ سراؤں اور دو جنسوں کے حامل افراد (ایل جی بی ٹی) کے لیے تحفظ کے لیے حالیہ برسوں میں بہتر اقدامات ہوئے ہیں مگر یہ لوگ مروجہ معاشتی تعصب کی بدولت اب بھی پاکستان بھر میں اذیت اور تشدد کا شکار ہیں۔

8 مئی 2018 کو، پارلیمان نے خواجہ سرا افراد (حقوق کا تحفظ) ایکٹ منظور کیا جس تحت خواجہ سراؤں کو مرد، عورت یا دونوں کے مجموعے کے طور پر اپنی شناخت کروانے کا حق حاصل ہے، اور اس شناخت کو شناختی کارڈز میں درج کروانے کا حق بھی حاصل ہے۔ مزید برآں، پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ، پاکستان میں جولائی 2018 کے انتخابات میں، تین خواجہ سراؤں قومی اسمبلی اور دو نے صوبائی اسمبلی کی نشستوں کے لیے انتخاب میں حصہ لیا۔

ان مثبت اقدامات کے باوجود، نومبر 2017 میں پاکستان کے تیسرے یو پی آر کے دوران، پاکستانی حکومت تینوں سفارشات قبول کرنے میں ناکام رہی جن میں ایل جی بی ٹی لوگوں کو تشدد وامتیاز سے محفوظ رکھنے اور ان کے حقوق کو تحفظ دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

سفارشات

- ای یو کو پاکستانی حکومت سے مطالبہ کرنا چاہیے کہ وہ:
- ہم جنس پرستی اور رضا کارانہ جنسی تعلقات کو قانونی قرار دینے کے لیے قانون میں ترمیم کی جائے۔
- تمام ایل جی بی ٹی لوگوں کو تشدد اور امتیاز سے بچانے کے لیے قانون سازی کی جائے۔

جھاڑیوں سے لاش برآمد

پشاور یکم دسمبر 2018ء کو شامی روڈ پر واقع واپڈا ہاؤس کے باہر ایک عمر رسیدہ شخص کی لاش برآمد ہوئی ہے، پولیس نے لاش قبضے میں لیکر شناخت کیلئے لواحقین کی تلاش شروع کر دی ہے، عینی شاہدین کے مطابق مذکورہ لاش 60 سالہ شخص کی ہے جس کا دماغی توازن درست نہیں تھا اور وہ یہیں جھاڑیوں میں گزر بسر کرتا تھا، پولیس نے عینی شاہدین کے بیانات قلمبند کر کے مزید تفتیش شروع کر دی ہے۔

(روزنامہ آج)

خواجہ سراؤں کی اکثریت شناختی کارڈ سے محروم

ڈیرہ اسماعیل خان ووٹر کی عمر کو پہنچنے والے خواجہ سراؤں کا کسی کے پاس کوئی ریکارڈ نہیں ہے اکثریت نے شناختی کارڈ ز ہی تا حال حاصل نہیں کیے، بیشتر خواجہ سیاسی عمل سے دور ہیں، ووٹنگ میں بھی عدم دلچسپی رہی۔ انتخابات میں بیشتر خواجہ سراء ووٹ ڈالنے نہیں گئے رائے شماری میں حصہ لینے کے خواہشمند خواجہ سراؤں کے پاس شناختی دستاویزات نہیں تھیں بعض علاقوں میں خواجہ سراء گئے تھے مگر انہیں معلوم نہیں تھا کہ کس قطار میں ٹھہرنا ہے۔ (روزنامہ آج)

محکمہ بہبود آبادی کی 78 خواتین
سات ماہ سے تنخواہ سے محروم

پشاور 6 دسمبر 2018ء کو محکمہ بہبود آبادی خیبر پختونخوا کے مختلف اضلاع میں تعینات 78 خواتین ملازمین کو مستقلی کے باوجود 7 ماہ سے تنخواہ نہیں دی جارہی جس کی وجہ سے ان کے گھروں میں مالی مسائل شدید ہوگئے ہیں، اس سلسلے میں ملازمین نے گزشتہ روز حکومت سے ایکشن لینے کی درخواست کی ہے، ذرائع کے مطابق محکمہ بہبود آبادی کے ملازمین کو ملازمت پر مستقل کیا گیا ہے تاہم ان میں سے 78 ایل ایچ ویز اور دائیوں کو تا حال مستقل نہیں کیا گیا ہے کیونکہ اس حوالے سے بعض اعتراضات لگائے گئے تھے، ذرائع نے بتایا کہ محکمہ خزانہ اور انتظامی امور کی جانب سے اعتراضات کو محکمہ بہبود آبادی کی جانب سے حل کر دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود بھی سٹاف گزشتہ سات ماہ سے بغیر تنخواہ کے ڈیوٹی دے رہا ہے، ذرائع نے بتایا کہ تنخواہوں کا مسئلہ حل کرنے کیلئے حکومت کو درخواست کر دی گئی ہے جس میں تنخواہوں کی بندش سے پیدا ہونے والی تمام صورتحال واضح کی گئی ہے۔ (روزنامہ مشرق)

پریس کلب پر چھاپے کے خلاف احتجاج

حیدرآباد کراچی پریس کلب پر چھاپے اور صحافیوں کو ہراساں کیے جانے کے خلاف پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹ کی اپیل پر حیدرآباد یونین آف جرنلسٹس کی جانب سے پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ اس موقع پر پی ایف یو جے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن لالہ رحمان سموں، ایچ یو جے کے صدر جے پرکاش ہورنی، ظفر، اقبال ملاح، محمد وسیم خان، عبدالرشید چانڈیو، اعجاز لغاری، جانی خاصخیلی اور ایچ آر سی پی کے ممبر لالہ عبدالحلیم شیخ سمیت دیگر نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ مظاہرے سے اراکین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کراچی پریس کلب پر چھاپہ اور صحافیوں کو ہراساں کرنا آزادی صحافت پر حملے کے مترادف ہے اور چند لوگ آزادی صحافت کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں لیکن ان کی سازشوں کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ انہوں نے پریس کلب کراچی پر چھاپے کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ حکومت صحافتی اداروں کو تحفظ فراہم کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔

(لالہ عبدالحلیم)

عمان کی جیل میں قید 700 سے زائد افراد کے لواحقین کا مظاہرہ

پشاور 18 دسمبر 2018ء کو عمان کی جیل میں قید 700 سے زائد افراد کے لواحقین نے ان کی رہائی کیلئے پشاور پریس کلب کے سامنے مظاہرہ کیا جس کی قیادت مراد علی اور دیگر کر رہے تھے مظاہرین کا کہنا تھا کہ عمان کی حکومت نے گزشتہ دس سالوں سے 700 سے زائد پاکستانیوں کو قید میں رکھا ہے جس پر حکومت عمان نے آج تک کوئی جرم ثابت نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ دس سالوں سے ان کے گھروں میں غم ہے اور گھر کے بڑے چھوٹے اپنے لاڈلوں کا راستہ دیکھتے دیکھتے تھک چکے ہیں لیکن آج تک ان کا کوئی پتہ نہیں چل سکا، انہوں نے کہا کہ عمان کی عدالت میں بھی ان کے خلاف کوئی جرم ثابت نہیں ہوسکا۔ (روزنامہ ایکسپریس)

انسانی حقوق کا عالمی دن

حیدرآباد شہر میں انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر مختلف تنظیموں کی جانب سے ریلیاں، واک اور سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ پریس کلب آڈیوریم میں ایچ آر سی پی کی جانب سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا جس میں انسانی حقوق کے کارکنان صحافیوں، وکلاء، سول سوسائٹی اور سیاسی و سماجی رہنماؤں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ اس موقع پر ایچ آر سی پی کے کونسل ممبران ڈاکٹر بدر سومرو، پروین سومرو، امجد پلیجو، ایڈووکیٹ ایم پرکاش، پروفیسر مشتاق میرانی، غفرانہ آرائیں، فرزانہ، لالہ عبدالحلیم شیخ، امداد چانڈیو۔ قرۃ العین اور دیگر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انسانی حقوق کے احترام سے مہذب معاشرے وجود میں آتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خواتین اقلیتوں اور بچوں کے تحفظ کے لیے ایچ آر سی پی نے ہمیشہ آواز اٹھائی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کا چارٹر اور ہمارا ملکی آئین ہر شخص کو تحریر و تقریر کی آزادی دیتا ہے۔ ماورائے عدالت قتل کرنا، ہاف فرائی و فل فرائی کی اصطلاحات اور لوگوں پر مقدمہ درج کئے بغیر انہیں غائب کرنے سے معاشرے میں بے چینی پھیلتی ہے۔ حکومت کو اس کی روک تھام کے لیے اقدامات کرنے چاہئیں۔ خواتین سے کم تنخواہ پر مزدوری کرانا بچوں کو تعلیم سے دور رکھنا اور ان سے مشقت لینا درست نہیں ہے۔ یہ انسانی حقوق کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں۔ یہاں لوگوں کو غائب کر دیا جاتا ہے بعد میں ان کی تشدد زدہ لاشیں سڑکوں پر اچھالی جاتی ہیں جبکہ بہت سے گم شدہ افراد کا تو ابھی تک پتہ نہیں چل سکا۔ انہوں نے کہا کہ انسانی حقوق کے عالمی دن کا مقصد دنیا میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو منظر عام پر لانا ہے۔ انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر ہیومن فرینڈز آرگنائزیشن اور نیشنل منارٹی رائٹس نیٹ ورک کے زیر اہتمام حیدرآباد پریس کلب میں منعقدہ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے پاسٹر ڈینئل فیاض، امداد چانڈیو، غفرانہ آرائیں، لالہ عبدالحلیم، امجد پلیجو، یونس گل اور دیگر نے کہا کہ مذہب کے نام پر لوگوں کو اور بالخصوص اقلیتی برادری کے افراد کو جھوٹے کیسوں میں ملوث کیا جاتا ہے۔ زبردستی شادیاں، غیرت کے نام پر قتل، انسانی حقوق کے کارکنوں کو کام کرنے میں رکاوٹ اور اغواء کے معاملات سمیت بچوں اور خواتین کے ساتھ زیادتی کی جارہی ہے۔ پاکستان ہیومن رائٹس فورم کی جانب سے انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر ایس ایس پی چوک سے پریس کلب تک ریلی نکالی گئی۔ جس کی قیادت تنظیم کے چیئرمین عبدالغنی، سرفراز اور ڈاکٹر قاسم سومرو سمیت دیگر کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پوری دنیا میں انسانی حقوق کے خلاف ورزیوں کے واقعات رونما ہو رہے ہیں جس کی روک تھام کے لیے اقوام متحدہ اپنا کردار ادا کرے۔ انہوں نے کہا کہ معصوم بچوں، عورتوں اور بزرگوں کو بھی ظلم کا نشانہ بنایا جارہا ہے جو کہ قابل مذمت عمل ہے۔

(لالہ عبدالحلیم)

حسین نقی مزاحمت اور بغاوت کا نام ہے

حیدرآباد ملک کے نامور سینئر صحافی اور انسانی حقوق کے علمبردار حسین نقی نے کہا ہے کہ جب وہ کراچی بدر کئے گئے تھے تو ان کا اگلا مسکن حیدرآباد تھا۔ انہوں نے یہاں صحافتی امور انجام دیے بعد ازاں انہیں لاہور منتقل کر دیا گیا اور انہوں نے وہاں بھی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، بہت سی سختیاں جھیلیں، آزمائشوں سے گزرے لیکن جمہوری اقدار اور آواز حق پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا مارشل لا کے دور کی مصیبتیں اپنی جگہ لیکن ذوالفقار علی بھٹو کے وہ نظریاتی ساتھی تھے لیکن انہوں نے بھی حق گوئی برداشت نہیں کی اور انہیں پابند سلاسل کیا اور آج بھی وہ اگر کہیں بولے ہیں تو اپنے ضمیر کی آواز پر ہی بولے ہیں۔ وہ انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر اپنے اعزاز میں حیدرآباد پریس کلب میں منعقدہ ایک تقریب سے خطاب کر رہے تھے، کلب کے صدر ناصر شیخ نے ان کا خیر مقدم کیا جبکہ سینئر صحافیوں علی حسن اور لالہ رحمان نے انہیں سندھی ٹوپی اور اجرک کا تحفہ پیش کیا۔ تقریب میں سینئر صحافی علی حسن، عزیز اللہ ملک اور سہیل سانگی نے حسین نقی کی نصف صدی پر محیط صحافتی خدمات اور انسانی حقوق سے متعلق ان کی جدوجہد پر انہیں خراج تحسین پیش کیا اس موقع پر حسین نقی نے حیدرآباد پریس کلب کے عہدیداروں اور صحافیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو، شیخ مجیب الرحمان، مولانا بھاشانی، جنرل ایوب خان، فیض احمد فیض، مولانا مودودی، مولانا مفتی محمود اور دیگر اکابرین سے پریس ٹاک کرنے کا ٹاسک ملا ہر ایک انہیں جانتا تھا کہ وہ صحافتی اقدار اور صحافیوں کے حقوق کے علمبردار ہیں، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج صحافتی تنظیمیں کئی گروپوں میں تقسیم ہیں۔ اگر یہ متحد نہ ہوئے تو صحافیوں کے حقوق یوں ہی پامال ہوتے رہیں گے۔ یہ بھی افسوس ناک امر ہے کہ آج کا صحافی مطالعہ میں کمزور ہے اس کا کتاب سے جتنا رشتہ مضبوط ہوگا وہ اتنا ہی اچھا لکھ اور بول سکے گا۔ اس لیے ہر صحافی کو کتاب کو اپنا دوست بنانا چاہیے اور ٹیبل نیوز کے بجائے تجزیہ پسندی کی صحافت کرنی چاہئے۔ حیدرآباد کے سینئر صحافی عزیز اللہ ملک نے کہا کہ حسین نقی مزاحمت اور بغاوت کا نام ہے۔ سینئر صحافی علی نے کہا کہ حسین نقی نصف صدی کی ایک تاریخ ہے۔ تقریب میں ایچ آر سی پی کے ڈاکٹر بدر سومرو، خضر قاضی، لالہ عبدالحلیم شیخ، سلیم جروار اور غفرانہ آرائیں بھی موجود تھے۔ (لالہ عبدالحلیم)

جبری مشقت کے خلاف ریلی

ٹوبہ ٹیک سنگھ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں محنت کشوں نے گوجرہ روڈ سے شہباز چوک تک احتجاجی ریلی نکالی اور حکومت کے خلاف شدید نعرہ بازی کی۔ شرکا ریلی نے ہاتھوں میں پلے کارڈ اور بینر اٹھا رکھے تھے جن پر جبری مشقت کے حوالے سے نعرے تحریر تھے۔ ریلی میں محنت کش خواتین بچے اور مزدوروں کی بڑی تعداد شریک تھی۔ ریلی سے خطاب کرتے ہوئے مقامی رہنما محمد شبیر نے کہا کہ وہ جبری مشقت کے خلاف سراپا احتجاج ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ بھٹوں سمیت ہوٹلوں پر بچوں سے جبری مشقت بند کروائی جائے اور مزدوروں کو حکومتی نوٹفکیشن کے مطابق اجرت دی جائے۔ انہوں نے بچوں سے لی جانے والی جبری مشقت کے شدید الفاظ میں مذمت کی اور حکومت سے فوری طور پر جبری مشقت کے خاتمے اور مظاہرین کے مطالبات ماننے کا مطالبہ کیا۔

(اعجاز اقبال)

با اثر افراد کا محنت کش پر تشدد

ٹوبہ ٹیک سنگھ بااثر افراد نے غریب محنت کش دودھ فروش محمد شبیر کو زبردستی گن پوائنٹ پر روک کر اس کے سر کے بال بھنویں، اور مونچھیں مونڈ دیں۔ متاثرہ شخص نے الزام عائد کیا ہے کہ بااثر افراد اس کی زمین پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ متاثر شخص نے پولیس کے اعلیٰ حکام سے فوری طور پر مدد اور ملزمان کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔ (اعجاز اقبال)

دو افراد کی جبری گمشدگی کے خلاف احتجاج

لاڑکانہ لاڑکانہ سے گرفتار کئے گئے آفتاب چانڈیو اور عاقب چانڈیو کے ورثاء نے حیدرآباد پریس کلب کے سامنے احتجاج کرتے ہوئے انسانی حقوق کی تنظیموں اور چیف جسٹس آف پاکستان سے اپیل کی کہ گرفتار کر کے لاپتہ کئے گئے دونوں بھائیوں کو فوری طور پر بازیاب کرایا جائے۔ اس موقع پر مختار خاتون اور لاپتہ ہونے والے دو بھائیوں بہنوں شازیہ افشاں نے بتایا کہ 23 جولائی 2018ء کے روز آفتاب چانڈیو کو گاڑی میں سوار کر کے پولیس اہلکار اور سادہ کپڑوں میں ملبوس اہلکار اپنے ساتھ لے گئے اور بعد میں ان کے بھائی عاقب چانڈیو کو بھی گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے جن کا مقدمہ متعلقہ تھانے میں درج کرایا گیا ہے۔ لیکن دونوں بھائیوں کا اب تک پتہ نہیں چل سکا۔ انہوں نے دونوں بھائیوں کا کسی بھی سیاسی یا مذہبی جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی ان کے خلاف کسی بھی تھانے میں کوئی مقدمہ درج ہے۔ (لالہ عبدالحلیم)

مکینوں کو مالکانہ حقوق دیے جائیں

ٹوبہ ٹیک سنگھ ٹوبہ کے نواحی چک 287 ج ب کے درجنوں مکینوں نے قبضہ مافیا کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ کچی آبادی کو مسمار کروانے کے لئے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ وہ 35 سال سے یہاں آباد ہیں، ہمیں مالکانہ حقوق دیے جائیں۔ مکین اشرف خان، ظفر خان ودیگر کا کہنا تھا کہ ان کے گھروں کو قبرستان کی جگہ ظاہر کر کے بااثر افراد قابض ہونا چاہتے ہیں۔ انہوں نے وزیراعظم اور وزیراعلیٰ پنجاب سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ قبضہ مافیا کے خلاف سخت کارروائی کی جائے اور مکینوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔

(اعجاز اقبال)

مدرسہ کے طالب علم کی نعش برآمد

باجوڑ 30 نومبر 2018ء کو باجوڑ کی تحصیل ماموند علاقہ لرکیمل میں ایک شخص کی لاش ملی، ذرائع کے مطابق باجوڑ کی تحصیل ماموند لرکیمل اور شاگو کے درمیان واقع خشک دریا سے ایک شخص کی لاش ملی، لیویز فورس ذرائع کے مطابق لاش کی شناخت زاہد الہ ولد نور محمد کے نام سے ہوئی جس کا تعلق تحصیل ماموند کے علاقہ جانی شاہ سے ہے اور وہ کیمل مدرسہ میں زیر تعلیم تھا، زاہد اللہ کو فائرنگ کر کے قتل کیا گیا، ضلعی انتظامیہ نے لاش کو تحویل میں لیکر ورثاء کے حوالے کر کے واقعہ کی تحقیقات شروع کر دی ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

سڑک مسمار کرنے پر لوگ سراپا احتجاج

گوجرہ بااثر افراد کی طرف سے سڑک مسمار کرنے پر دیہاتی سراپا احتجاج ہو گئے۔ تفصیلات کے مطابق چک 364 ج ب کی طرف موچی والا روڈ سے پختہ سڑک جا رہی تھی، موچی والا روڈ پر بااثر افراد نے پٹرول پمپ بنا رکھا ہے۔ گزشتہ روز گاؤں جانے والی سڑک کو دوبارہ مرمت کر کے تارکول ڈالا گیا تو رات کے اوقات میں پٹرول پمپ مالکان نے سڑک پر ہل چلا کر اسے اکھاڑ دیا۔ جس پر گاؤں کے لوگ موچی والا روڈ پر جمع ہو گئے اور ٹائر جلا کر روڈ بلاک کر دیا۔ سٹی پولیس نے مذاکرات کر کے مظاہرین کو منتشر کیا۔

(اعجاز اقبال)

خادم رضوی کی زبان سے عاصمہ جہانگیر کا نام سن کر میں بچپن کی ساری تربیت بھول گیا!

محمد حنیف

بچپن سے دو چیزیں گھٹی میں ڈال دی گئی تھیں۔ جانوروں سے پیار اور علمائے کرام کا احترام۔ جانور اس لیے کہ اللہ کی بے زبان مخلوق ہیں۔ آج بھی کسی بچے کو کتے کو پتھر مارتے دیکھتا ہوں یا کسی گدھے پر زیادہ بوجھ لدا دیکھتا ہوں تو دل ہی دل میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں۔

بچپن میں مولوی کا احترام یہ کہہ کر سکھایا گیا تھا کہ جب دنیا میں آتے ہیں تو کان میں پہلی اذان وہی دیتا ہے اور جب اس دنیا سے جاتے ہیں تو آخری نماز بھی وہی پڑھاتا ہے۔

یہ عالمِ دین، یہ مفتی اور یہ امیرِ شریعت سب ہمارے دیکھتے دیکھتے ہی بنے ہیں۔

پہلے مولوی بس مولوی ہوتے تھے تو مولوی کسی فرقے کا بھی ہو، پگڑی ہری پہنے یا کالی، دھیمے لہجے میں بولتا ہو یا شیر کی طرح دھاڑتا ہو، چاہے جنّتیں لگاتا ہو یا جہنم کی آگ سے ڈراتا ہو، جہادی ہو یا حلوہ خور یا جہاد کے نام پر حلوہ خوری کرتا ہو، سب کی ہمیشہ سے دل سے عزت کی ہے۔

کئی طویل سہ پہریں مولانا طارق جمیل کی کرکٹروں

اپنی ساری زندگی میں عاصمہ جہانگیر کو کبھی ضرورت نہیں پڑی کہ کوئی ان کا دفاع کرے۔ وہ 40 سال تک اسی ملک کے زورآوروں، مذہب فروشوں اور سازشیوں کے لیے اکیلی خود ہی کافی تھیں۔

کے ساتھ تصویریں دیکھتے اور جنت کی حوروں کے میک اپ کے بارے میں اُن کا بیان سنتے گزاری ہیں۔ جب بھی اللہ جمعہ پڑھنے کی توفیق دیتا ہے تو خطبہ ضرور سنتا ہوں۔

جب سے مولانا خادم رضوی کا ظہور ہوا تو ان کا دیوانہ ہو گیا۔ پھر وہ تھوڑا سا آپے سے باہر ہوئے اور انھیں منظر سے غائب کر دیا گیا تو گھر والوں سے چھپ کر یوٹیوب پر ان کی پرانی تقریریں سن لیتا ہوں۔ چھپ کر اس لیے کہ بچے یہ نہ سمجھیں کہ باپ آخری عمر میں چریا ہو گیا ہے۔

مجھے بیان سے زیادہ خادم رضوی کی زبان میں دلچسپی ہوتی تھی، اپنے اپنے لگتے تھے۔ ان پنجابی بھائیوں کی طرح جو اپنے پیاروں کو گالی دیے بغیر بات نہیں کر سکتے۔ حالانکہ خادم رضوی صاحب کی دو چار گالیاں بہت مشہور ہیں لیکن 'پین دی سری' ان سے غلط منسوب کی جاتی ہے۔ مجھے ان کے انداز میں پنجابی کے پرانے اداکار مظہر شاہ کی کلاسیکی بڑھکوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ ساتھ ساتھ علاموں والی فارسی، عربی کا تڑکا بھی لگا دیتے ہیں۔ بقول شخصے وہ آدھے 'مولا جٹ' اور آدھے 'میراثی' ہیں۔

میں ایک دن ادب کے ساتھ بیٹھا یوٹیوب پر ان کا پرانا بیان سن رہا تھا۔ پتہ نہیں کدھر کی گپ کدھر ملا رہے تھے کہ مرحومہ عاصمہ جہانگیر پر چڑھ دوڑے، کہنے لگے کہ وہ گستاخ ہے کیونکہ اس نے کئی گستاخوں کی جان بچائی ہے۔

اس سے پہلے وہ ایک دفعہ عبدالستار ایدھی کو بھی بھک منگا کہہ چکے تھے۔ میں نے یہ کہہ کر دل کو تسلی دے دی کہ ایدھی صاحب کو بھی کئی لوگ مولانا کہا کرتے تھے، مولانا اس سے خود ہی نمٹ لیں گے لیکن خادم رضوی کی زبان سے عاصمہ جہانگیر کا نام سن کر میں بچپن کی ساری تربیت بھول گیا۔ اپنی ساری زندگی میں عاصمہ جہانگیر کو کبھی ضرورت نہیں پڑی کہ کوئی ان کا دفاع کرے۔

وہ 40 سال تک اسی ملک کے زورآوروں، مذہب فروشوں اور سازشیوں کے لیے اکیلی خود ہی کافی تھیں لیکن مولانا خادم رضوی کے منھ سے ان کا ذکر سن کر میرے دل سے آواز نکلی۔ اوئے خادما، اوئے رضویا، تیری یہ جرات، تیری یہ مجال، نظر نیچے کر اور اپنی زبان کو لگام دے اور دونوں ہاتھوں سے اپنی پگڑی سنبھال کہ یہ گرنے کو مانگتی ہے۔

ایک دن اپنے خطاب میں کیا کہا تھا کہ تیری پگڑی میں آٹھ گز کپڑا لگتا ہے، شاید تیرے سر میں جتنا خناس بھرا ہے اسے چھپانے کے لیے اتنے کپڑے کی ضرورت پڑتی ہو گی لیکن جس ملک کی گلیوں میں ادھ ننگے بچے پھرتے ہوں وہاں تجھے اپنی پگڑی کا سائز جتاتے حیا نہیں آئی؟ تو کس منھ سے اپنی پگڑی کا نام بتاتا ہے جس منھ سے حضرت عمر بن خطاب کا بھی نام لیتا ہے، جن کا کُرتا دوسروں سے لمبا تھا تو ان کی عوام نے گریبان سے پکڑا اور سوال کیا کہ اتنا زیادہ کپڑا کہاں سے آیا تمہارے پاس۔

اپنے ہاتھ دیکھے ہیں کبھی تو نے۔ اتنے نرم، اتنے ملائم۔ اِن ہاتھوں سے تو نے پستے بادام کھانے کے علاوہ کبھی کوئی کام کیا ہے؟ اور باتیں سنانے چلا ہے ان ہستیوں کی جو پیٹ پر پتھر باندھ کر خندقیں کھودتے تھے۔

جانتا کیا ہے تو عاصمہ جہانگیر کے بارے میں۔ جب تو کسی مدرسے میں بغیر سمجھے فارسی کے اشعار کو رٹا لگاتا تھا وہ اس عمر میں فوجی ڈکٹیٹر کے خلاف مقدمہ کرتی تھی۔ جس وقت تو کسی مسجد پر قبضہ کرنے کے لیے محکمہ اوقاف کے افسروں کی چاپلوسی کرتا تھا وہ اس ملک کے طول و عرض میں پھیلی نجی جیلوں سے ہاریوں اور مزدوروں کو آزاد کرواتی تھی۔ اتنا

جانتا کیا ہے تو عاصمہ جہانگیر کے بارے میں؟ جب تو کسی مدرسے میں بغیر سمجھے فارسی کے اشعار کو رٹا لگاتا تھا وہ اس عمر میں فوجی ڈکٹیٹر کے خلاف مقدمہ کرتی تھی۔ جس وقت تو کسی مسجد پر قبضہ کرنے کے لیے محکمہ اوقاف کے افسروں کی چاپلوسی کرتا تھا وہ ملک کے طول وعرض میں پھیلی نجی جیلوں سے ہاریوں اور مزدوروں کو آزاد کرواتی تھی۔ اتنا تو تجھے بھی پتہ ہوگا کہ ہمارے حضور کا پہلا مشن اس دنیا میں کیا تھا۔ انسانوں کو انسان کی اور جعلی خداؤں کی غلامی سے آزاد کروانا۔ تو اس ہستی کے نام پر آج ووٹ مانگتا پھرتا ہے اور وہ ساری زندگی ان کے مشن کو پورا کرنے میں لگی رہی۔ تو سچا عاشقِ رسول کون ہوا تو یا عاصمہ جہانگیر؟

تو تجھے بھی پتہ ہوگا کہ ہمارے حضور کا پہلا مشن اس دنیا میں کیا تھا۔ انسانوں کو انسان کی اور جعلی خداؤں کی غلامی سے آزاد کروانا۔ تو اس ہستی کے نام پر آج ووٹ مانگتا پھرتا ہے اور وہ ساری زندگی ان کے مشن کو پورا کرنے میں لگی رہی۔ تو سچا عاشقِ رسول کون ہوا تو یا عاصمہ جہانگیر؟

تیرے جیسے لوگ تو غلامی کا خاتمہ چاہتے ہی نہیں۔ پھر تمہارے کپڑوں پر کلف کون لگائے گا، تمہاری پگڑی کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ لیکن اوئے خادما، اوئے جعلی عاشقا فکر نہ کر اور یاد رکھ کہ اگر عاصمہ آج زندہ ہوتی تو تیری باتوں سے شدید اختلاف کے باوجود تیرا مقدمہ لڑتی، اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ جب تجھے روزِ قیامت اٹھایا جائے گا اور تو عاشقان کے ساتھ نہیں بلکہ جاہلان کی صف میں کھڑا ہو گا تو عاصمہ جہانگیر آئے گی، تیری کرسی کو دھکا دے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو گی اور کہے گی یا اللہ یہ بیچارہ صرف ایک بد زبان مولوی تھا۔ میں اسے معاف کرتی ہوں تو بھی معاف کر۔

(بشکریہ: بی بی سی اردو)

اس دھرتی پہ عورت کا کوئی نام نہیں

رافعہ زکریا

افغانستان میں خواتین کے بہت سے دارالامان گزشتہ دہائی کے دوران اس وقت قائم کیے گئے جب افغانستان میں نیٹو اور امریکی فوجیں سرگرم تھیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ امریکا نے افغانستان پر حملہ کرتے ہوئے ایک جواز یہ بھی پیش کیا تھا کہ وہ افغان عورتوں کو افغان طالبان کے زن بیزار رویے اور ظلم سے نجات دلانا چاہتا ہے۔ اس وقت امریکی خاتونِ اول لارا بش نے یہ اعلان کیا کہ اس جنگ کو تمام مہذب لوگوں کی حمایت کی ضرورت ہے کیوں کہ یہ خواتین کی آزادی کی جنگ ہے اور کانگریس کی ایک خاتون رُکن نے ایوان نمائندگان کے سامنے برقعہ پھینک کر یہ کہا تھا کہ اس لباس سے خوف کا اظہار ہوتا ہے۔ افغانستان پر امریکی حملے کے بعد خواتین کے لیے دارالامان قائم کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ افغان خواتین کے لیے شروع کیے جانے والے پروگراموں نے عالمی میڈیا پر بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی جن میں افغان لڑکیوں کی برقع پہنے بغیر سکول جاتے اور ملک کی سڑکوں پہ چہل قدمی کرتے ہوئے تصاویر بھی منظرِ عام پر آئیں۔ طالبان کے دورِ اقتدار میں خواتین کے لیے برقع اوڑھنا ضروری قرار دے دیا گیا تھا۔ 2015ء میں افغانستان پر امریکی حملے کو تقریباً ایک دہائی سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود 'نیویارک ٹائمز' اب بھی ایسے مضامین شائع کر رہا ہے جن میں اس جانب توجہ مبذول کی گئی ہے کہ امریکا کی جانب سے قائم کیے گئے دارالامان کس طرح تشدد کا شکار افغان خواتین اور ان مردوں کے درمیان حائل ہو رہے ہیں جو انہیں قتل کر سکتے ہیں. یہ تصور بہت زیادہ حقیقت پر مبنی ہے۔ افغانستان (پاکستان کی طرح) میں خاندان اور قبیلہ خواتین کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ تصور ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قبائلی رسوم و رواج کے خلاف بغاوت کرنے والی خواتین کے لیے ان دارالامانوں کے علاوہ پناہ حاصل کرنے کی کوئی اور جگہ نہیں ہے۔ ان میں وہ خواتین بھی شامل ہیں جو جنسی استحصال یا مردوں کے جبر کا نشانہ بنتی ہیں (اکثر و بیشتر اپنے ہی خاندان کے مردوں کا)۔ بہت سی خواتین کوئی پناہ گاہ نہ ہونے کے باعث یا تو چپ چاپ تشدد سہتی رہتی ہیں یا وہ جان دے دیتی ہیں۔ ملک میں دارالامانوں کی تعمیر سے قبل تک صورتِ حال کچھ ایسی ہی تھی۔ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے کہ ان دارالامانوں میں رہنے والی خواتین کے علاوہ ہر کوئی ان پر تنقید کر رہا ہے۔ سماج کا سارا ڈھانچہ خواتین کو مردوں کی اقدار اور خواہش کے تابع رکھنا چاہتا ہے جس کے باعث ان خواتین کے سامنے مردوں کی تابعداری کرنے کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں بچتا، چنانچہ خواتین کو فراہم کیے جانے والے مواقع بہتر تصور نہیں کیے جاتے۔ حتیٰ کہ وہ افغان حکام بھی ان دارالامانوں کے حوالے سے تذبذب کا شکار ہیں جو دوسری صورت میں امریکیوں سے مدد اور فنڈز حاصل کرنے کے لیے بے چین رہتے ہیں۔ ایک دانشور سونیا احسان افغانستان میں خواتین کے دارالامانوں (جو خان امن کہلاتے ہیں) پر کی جانے والی تحقیق میں افغان وزیر انصاف کا حوالہ دیتی ہیں کہ درالامان خواتین کو خاندان کی نافرمانی کرنے پر اکساتے ہیں۔ ان دارالامانوں کی موجودگی یہ پیغام دیتی ہے کہ اب انہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، وہ گھر سے بھاگ سکتی ہیں اور ان دارالامانوں میں قیام کر سکتی ہیں اور ان لڑکیوں کو بھی کوئی پروا نہیں کہ ان کا خاندان کیا سوچے گا؟ سونیا احسان کہتی ہیں کہ سب سے اہم یہ ہے کہ یہ خواتین اپنے گھروں سے بھاگی ہوئی ہوتی ہیں جس کے باعث ان کے خاندان والے ان سے قطع تعلق کر چکے ہوتے ہیں۔ یوں ان دارالامانوں کی اخلاقی حیثیت کے حوالے سے بہت سے سوالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ نافرمانی اور بدکردار خواتین کو چھت فراہم والے کرنے ان دارالامانوں پر نافرمانی اور بے راہ روی کے مراکز ہونے کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ افغانستان میں خواتین کے دارالامانوں سے منسلک مسائل پاکستان میں بھی موجود ہیں۔ تشدد یا مشکلات کا شکار ہونے والی خواتین کے سامنے امکانات نہ ہونے کے باعث وہ ہر ایسا کام کرنے پر تیار ہو جاتی ہیں جس کا ان سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ عالمی امدادی اداروں نے گزشتہ دہائی کے دوران افغانستان کی طرح پاکستان میں بھی خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیموں کو مالی امداد فراہم کی۔ افغانستان میں تو اس کا مقصد یہ تھا کہ ان خواتین کے لیے مزید امکانات پیدا کیے جائیں جو ان سے محروم ہیں۔ پاکستان میں بھی سرکاری دارالامانوں پر ایسی ہی تنقید کی جاتی ہے۔ ان پر اکثر اوقات بے راہ روی کو فروغ دینے کا الزام عائد کیا جاتا ہے کیوں کہ ان کے بارے میں نجی معاملات میں مداخلت کرنے کا تاثر پایا جاتا ہے، خاص طور پر جب خاندان کے فیصلوں کو نمایاں برتری حاصل ہے۔ ریاست اور سماج جب تک بے لگام رہیں گے تو ان درالامانوں کی ضرورت برقرار رہے گی۔ پاکستان میں اربنائزیشن اور آبادیاتی تبدیلیوں کا مطلب یہ ہے کہ اب خواتین کی بڑی تعداد کو ایسے مقامات کی ضرورت ہے، خاص طور پر جب ازدواجی تعلقات مسائل کا شکار ہوں۔ اگرچہ اخبارات بے گناہ ماری جانے والی خواتین کی تصویروں سے بھرتے ہوئے ہیں، جن میں سے اکثریت ان خواتین پر مشتمل ہوتی ہے جن کے پاس عارضی قیام کرنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوتی اور وہ غیرت یا نافرمانی یا دیگر وجوہات کے باعث ماردی جاتی ہیں لیکن نہ تو پاکستان اور نہ ہی افغان سماج خواتین کے دارالامانوں کو ایک ضرورت تصور کرتا ہے۔ اس کے بجائے ان دارالامانوں کو مغربی تحریکِ نسواں کی پیداوار کے طور پر دیکھا جاتا ہے جس کا ثقافت اور مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بیرونی ذرائع سے فنڈنگ کم ہو جانے کے بعد اب دونوں ملکوں کو ہی اس حوالے سے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ قانون ساز جب تک خواتین کے دارالامانوں کی اہمیت کو مقامی تناظر میں نمایاں کرنے اور خواتین کی فلاح کے لیے اقدامات نہیں کرتے، اس وقت تک ایسی تبدیلی کی توقع رکھنا درست نہیں ہے۔ گزشتہ ہفتے ہونے والی پیشرفتیں مستقبل کے حالات کی پیش بینی کرتی ہیں جیسا کہ پاکستان غلط سمت کی جانب بڑھ رہا ہے۔ حال ہی میں منظور ہونے والے تنازعات کے متبادل حل کے بل 2017ء میں جرگوں اور پنچایتوں کی جانب سے کیے جانے والے فیصلوں کو قانون کا لبادہ اوڑھا دیا گیا ہے جو خواتین کی فلاح کے لیے ایک بڑا دھچکا ہے۔ ان غیر رسمی عدالتوں میں مردوں کی اجارہ داری ہے، جو خواتین پر تشدد کرنے اور ان پر ناروا سلوک کرنے کے ذمہ دار ہیں اور ان کو ان کی مرضی کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ سب سے اہم تو یہ ہے کہ یہ جرگے اور پنچایتیں ہی خواتین کے دارالامانوں کے قیام کی سب سے بڑی دشمن ہیں۔ آنے والے برسوں میں عالمی امداد کم ہونے جا رہی ہے جس کے باعث پاکستان اور افغانستان میں خواتین کے دارالامانوں کی بقاء خطرات سے دوچار ہو جائے گی۔ اگرچہ ان اداروں کی ضرورت اور اہمیت کو فوری طور پر شناخت کرنا اہم ہے لیکن پہلے سے موجود دارالامانوں کے بند ہونے کے خطرات بھی پیدا ہو گئے ہیں جس کے نتائج یہ برآمد ہوں گے کہ مرنے والی خواتین کی تعداد بڑھ جائے گی۔ بہت سے پاکستانیوں کے لیے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ خواتین صرف اس لیے ماردی جاتی ہیں کیوں کہ وہ گھر سے دور نہیں ہو سکتیں اور ان کے لیے ایسا کوئی مقام نہیں ہے جہاں وہ تحفظ حاصل کر سکیں۔

(انگریزی سے ترجمہ: بشکریہ ڈان)

ستر برس پرانے انسانی حقوق کا عالمی منشور

زاہدہ حنا

10 دسمبر کو انسانی حقوق کے میثاق کی 70 ویں سالگرہ گزری ہے، یہ ایک ایسا دن تھا جو دنیا کے بہت سے ملکوں میں بہت دھوم دھام سے منایا گیا۔ یہ ایک ایسا دن بھی تھا جب مختلف ملکوں میں بے گناہ انسان قتل کیے جا رہے تھے، بستیاں بمباری سے مسمار کی جا رہی تھیں، بچے اپنے بستروں سے گھسیٹ کر نامہربان زمینوں کی طرف دھکیلے جا رہے تھے، عورتیں اور بچوں کی بے حرمتی کی جا رہی تھیں۔ ان ملکوں اور علاقوں میں اقوام متحدہ کی دہائی دی جا رہی تھی۔

اسی تناظر میں اقوام متحدہ کا مرثیہ میں چند ہفتوں پہلے اپنے ایک کالم میں لکھ چکی ہوں۔ بات اتنی سی ہے کہ انسانی حقوق کا معاملہ نیا نہیں ہے، ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اقوام متحدہ اور اس کا انسانی حقوق کا میثاق انسانوں کی بہتری اور ان کے حقوق کے تحفظ کا سب سے نیا ادارہ اور نئی دستاویز ہے، ورنہ یہ معاملہ ہزاروں برس سے کسی نہ کسی طور چل رہا ہے۔ ہم جب قدیم تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں 2050 ق م میں ''ارنمو'' ملتا ہے اور اس کے بعد سب سے مشہور حمورابی کے قوانین کا مجموعہ ہوا جو 1780 ق م میں جاری کیا گیا۔ اس مجموعے قوانین میں عورتوں، مردوں، بچوں، حد تو یہ ہے کہ غلاموں کے حقوق کی بھی بات کی گئی تھی ان قوانین سے سرتابی کی سزائیں بھی رکھی گئی تھیں۔

اسی طرح قدیم ایران میں ہمیں سائرس اعظم کا وہ کھوکھلا بیلن ملتا ہے جس پر 539 قبل مسیح میں اس نے اپنے احکامات کندہ کرائے، اسی میں اس نے قید کر کے لائے جانے والے یہودیوں کو ان کے وطن واپس جانے کی اجازت دی تھی۔ اشوک اعظم نے 273 قبل مسیح میں پتھر کی چٹانوں پر جو احکامات کندہ کرائے ان میں جنگ کی ممانعت تھی، قیدیوں کو آزاد کرنے کا حکم تھا اور ہر قسم کے شکار پر بھی پابندی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ اشوک اعظم کی افواج نے جب کالنگا کے میدان میں فتح پائی اور اشوک گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی فتح کا مظاہرہ کرنے نکلا تو اس نے دیکھا کہ فتح کا چہرہ کتنا بھیانک ہے۔ وہ میدان میں بکھری ہوئی لاشوں کو دیکھ کر لرز گیا۔ وہ گھوڑے سے اتر گیا، اس نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا اور گریہ کیا۔ اس کا یہ نوحہ تاریخ میں محفوظ ہو گیا۔ ''یہ میں نے کیا کر دیا؟''

اگر یہ فتح ہے تو شکست کسے کہتے ہیں؟

یہ فتح ہے یا شکست؟ یہ انصاف ہے یا ناانصافی؟

یہ بہادری ہے یا بزدلی؟

کیا بچوں اور عورتوں کا قتل بہادری ہے؟

کیا میں نے یہ سب کچھ اپنی سلطنت کو وسعت دینے اور دولت مند کرنے کے لیے کیا؟

یا دوسری بادشاہت کی شان و شوکت کو غارت کرنے کے لیے؟

کسی نے اپنا شوہر کھو دیا، کسی نے اپنا باپ اور کسی نے اپنا بچہ اور کوئی بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہی قتل ہوا۔

لاشوں کے یہ انبار کیا ہیں؟

یہ فتح کے نشان ہیں یا شکست کے؟

جنگ سے نفرت اور قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا تصور پروان چڑھتا رہا۔ تاریخ کے اس سفر میں ساتویں صدی عیسوی میں ہمیں میثاق مدینہ ملتا ہے۔ اس کے بعد 1215 میں میگنا کارٹا تحریر ہوا۔ یہ تمام تحریریں اور میثاق براہ راست حقوق انسانی کی بات کرتے ہیں۔ حقوق انسانی کی پہلی شق انسانی جان کا احترام ہے۔ برتھا فان سٹر نے 1905 میں کہا تھا کہ ''تمام ابدی حقیقتوں میں سے ایک حقیقت یہ ہے کہ خوشحالی، حالت امن میں ہی پیدا ہوتی اور پروان چڑھتی ہے اور تمام ابدی انسانی حقوق میں سے ایک حق ایک انسان کے زندہ رہنے کا حق ہے۔''

پہلی جنگ عظیم اور اس کے بعد دوسری جنگ عظیم نے یورپ اور امریکا کو دہلا کر رکھ دیا۔ ان ملکوں اور قوموں کے دانشوروں اور مدبروں نے طے کیا کہ انھیں امن کے لیے مشترکہ طور پر سوچنا اور کوئی لائحہ عمل بنانا چاہیے۔ دوسری جنگ عظیم سے ذرا پہلے آرچ بشپ سوئیدر بلوم نے کہا تھا ''دنیا نے ابھی تک پورا خون نہیں دیکھا ہے جو انسانی ہوش و حواس میں گناہ، رشک اور ظلم کی خاطر بہایا گیا تھا۔''

اس دن جنگ بندی کے ہمراہ بگل، جھنڈے اور خوشیاں نہیں تھیں بلکہ اس دن تو وہ ایک قبر سے دوسری قبر، ایک میدان سے دوسرے میدان تک لنگڑاتی پھر رہی تھی۔

ہمارے کانوں کو اب بھی اپنے زخمی دوستوں کی موت کی کراہیں سنائی دیتی ہیں۔

اسلحوں کی چہچہاہٹ ختم ہو گئی ہے، انسانی دیوالیہ ہو چکا ہے، لوگ تھک کر خستہ ہو چکے ہیں، باسی اسی بات پر خوش ہیں کہ موت سے بچ نکلے ہیں۔

انسان نے اپنے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔

اس کو فتح کیسے کہا جائے، یہ تو تمام حریفوں کی شکست ہے۔

چیتھڑوں میں لپٹے بیمار، بھوکے اور بدحواس لوگ بے مقصد تباہ شدہ میدانوں میں پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ عارضی جنگ بندی کی بھیانک خاموشی میں وہ اپنے راستے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔

ان گھروں کی یادیں جو کہیں تھے، کبھی تھے۔

امن کی تلاش میں دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے بعد کہیں زیادہ تیزی آئی۔ لیگ آف نیشنز کا خاتمہ بالخیر ہو چکا تھا، کچھ مدبرین نے طے کیا کہ اس کی جگہ اقوام متحدہ قائم ہونی چاہیے اور اس کا بنیادی مقصد وسیع تناظر میں انسانی حقوق کا تحفظ اور امن کی تلاش ہونا چاہیے۔ یہ کام 1947 سے شروع ہوا۔ ڈرافٹنگ کمیٹی نے ڈیڑھ دو برس کی عرق ریزی کے بعد عالمی انسانی حقوق کا فرمان تیار کیا جو 10 دسمبر 1948 کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پیش کیا گیا اور جسے 48 اراکین نے منظور کر لیا۔ یوں وہ کہانی شروع ہوئی جو 2 دن پہلے 70 برس کی ہو گئی ہے۔

انسانی حقوق کے فرمان کی ڈرافٹنگ کمیٹی کی صدارت ایلینر روزویلٹ کر رہی تھیں جو امریکی صدر فرینکلن روزویلٹ کی بیوہ تھیں اور ان کا اصل وصف ان کی روشن خیالی، رواداری اور امن کے لیے ان کے ٹھوس خیالات تھے، اس کمیٹی میں ان کے ساتھ جمہوریہ چین کے پن چن، چانگ لبنان کے چارلس حبیب مالک، چلی کے ہیمان سانتا کروز، فرانس کے ریلے کاسن، سوویت یونین کے الیگزنڈر بوگومولوو، برطانیہ سے چارلس ڈیوک اور کینیڈا کے جون پیٹر ہمفری شامل تھے۔

انسانی حقوق کے تعین کے دوران بعض بنیادی اختلافات بھی پیدا ہوئے، اس پر بحث ہوئی کہ کچھ فطری حقوق ہیں جو خدا یا فطرت نے انسان کو ودیعت کیے ہیں اور کچھ وہ حقوق ہیں جو انسانوں نے اپنی دانش سے منطقی بنیادوں پر طے کیے ہیں۔ لمبی بحث تکرار کے بعد اپنی اصل شکل میں یہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پیش ہوا، کسی اختلاف رائے کے بغیر منظور ہوا اور گزشتہ 70 برسوں کے دوران اس کے دائرہ کار اور اس کی ذیلی تنظیموں میں اضافہ ہوتا چلا گیا ہے۔ آج اقوام متحدہ سے افراد اور اقوام کو بہت سی شکایتیں ہیں، اس کے باوجود اس ادارے نے انسانی حقوق کے عالمی منشور کے تحت بہت کچھ کیا ہے اور وہ لوگ جو اس دنیا میں امن چاہتے ہیں ایک ایسی انسانی برادری چاہتے ہیں جس میں تمام اقوام اور تمام انسان مساوی ہوں۔

اس کی طرف اقوام متحدہ کے مختلف ادارے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے ہیں۔ 70 برس ایک طویل مدت ہے لیکن دنیا میں استحصالی طاقتوں کے مفادات نے انسانی حقوق کا خون چوسنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔ ایسے میں مثبت انداز میں اور درست سمت میں جدوجہد کرتے رہنے کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ''امن'' کو ایک غیر مرئی شے نہ سمجھیں۔ امن ایک ٹھوس حقیقت ہے اور اس کے ایک ہزار ایک مفہوم ہیں۔

لہلہاتی کھیتیاں، ہرے بھرے پیڑوں کے درمیان سرسراتی ہوئی ہوائیں، فضا میں تیرتے جاتے ہوئے پرندے، اپنے آشیانے کے لیے تنکے چنتی ہوئی ننھی سی چڑیا، چولہے پر چڑھی ہوئی کھد بد کرتی ہنڈیا، توے یا تنور سے آتی ہوئی گرم نان کی سوندھی خوشبو، ڈگمگاتے قدموں سے اپنی ماں کی طرف چلتا ہوا بچہ اور اس کے لبوں سے نکلتی ہوئی کلکاری، اپنی گڑیا کو سینے سے لگا کر ماں، نانی یا دادی سے جل پریوں کی کہانی سنتی ہوئی بچی، پریم کہانی بیان کرتا ہوا کوئی گیت، شادی کی محفل میں ڈھولک کی تھاپ، رقاصہ کی پنڈلیوں سے لپٹے ہوئے گھنگھروؤں کی چھنک، اپنی تختی کو ملتانی مٹی سے لیپتی ہوئی کوئی لڑکی اس خیال میں گم کہ وہ آج اس پر کون سا نیا لفظ لکھے گی۔ ہر گلی، ہر گھر اور ہر چوبارے کے یہ پرسکون مناظر ''امن'' کے موقلم کی مصوری ہیں۔ انسانی حقوق کا عالمی منشور ایسی ہی تصویروں کے لیے رنگ فراہم کرتا ہے۔

(بشکریہ: ایکسپریس اردو)

گمشدہ لوگوں کی گمشدہ صدا

اویس قرنی

بلوچستان کے دارالخلافہ کوئٹہ میں کئی ہفتوں سے ایک ہڑتالی کیمپ لگایا گیا ہے جس میں شیر خوار بچوں سمیت درجنوں خواتین اپنے پیاروں کی بازگشت سننے کے لیے بیٹھی ہوئی ہیں۔جنوری کی اس ٹھنڈ میں بھی ان ماؤں بہنوں کے جذبے سرد نہیں ہوئے۔وہ یہ بھی نہ کریں تو کیا کریں! لیکن المیہ یہ ہے کہ جبری گمشدہ لوگوں سے متعلق مظاہرے تو دور کی بات آپ لکھ بھی نہیں سکتے نہ بات کر سکتے ہیں ورنہ آپ کے بھی ''گمشدہ'' ہونے کے خدشات پیدا ہو جاتے ہیں۔ حال ہی میں چند بلوچ نوجوانوں نے جبری گمشدگی کے خلاف کوئٹہ میں ایک مظاہرہ منظّم کیا اور اس کے بعد سے اب ان مظاہروں میں شریک 4افراد کی گمشدگی کے خلاف مظاہرے کرنے کی کسی میں ہمت نہیں ہو پا رہی۔غیر سرکاری اعداوشمار کے مطابق بلوچستان سے 5000 سے زائدلوگوں کا کوئی پتہ نہیں اسی طرح پشتون قبائلی علاقوں سے 8000 کے قریب نوجوان لا پتہ ہیں۔ایک شہری کا یہ آئینی حق ہے کہ اس کے وجود کونقصان نہ پہنچایا جائے نہ ہی اس کو اور اس کے خاندان کو ذہنی اذیت میں مبتلا کیا جائے۔ لیکن سوال جب سماج کی پچھڑی پرتوں کا ہو تو پھر کیسا قانون اور کیسا آئین۔۔۔پاکستان میں حالیہ پشتون تحفظ موومنٹ کا بھی سر فہرست مطالبہ جبری گمشدگیوں کا سدباب ہے۔کوئی مجرم ہے تو اسے سزا دی جائے، قانون و عدالتوں کے کٹہرے میں لایا جائے۔۔۔ ہر شہری کو اپنے دفاع کا قانونی اور آئینی حق ہے۔لیکن یہاں زندہ رہنے کا حق تسلیم نہیں کیا جارہا تو دفاع کرنے کے حق کو کیسے مانا جا سکتا ہے۔بھارتی مقبوضہ کشمیر میں بھی اس قسم کی کیفیت ہمیں نظر آئی ہے کہ جہاں سینکڑوں خواتین ''آدھی بیوہ'' کے طور پر تصور کی جاتی ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہی نہیں کے جو گمشدہ ہوئے ہیں وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں، پاکستان میں بلوچستان وقبائلی علاقوں کی کیفیت کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ واپسی کی یاس جب اذیت میں بدل جائے تو یہ نوجوان نسل کو بغاوت پر نہیں اکسائے گی تو کیا کرے گی، اور پھر ان کو بھی غائب کر دیا جائے گا۔لیکن یہ سلسلہ کب تک چلے گا یا چلایا جائے گا۔

اپنے حقوق کی خاطر لڑنے والوں خصوصاً نوجوانوں کی جبری گمشدگی کا معاملہ ایک قدیم واردات ہے۔جس کی آڑ میں ریاستیں اور ان کی پروردہ حکومتیں اپنی مطلق العنانیت کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز دباتی آئی ہیں۔ یہ وارادت دنیا بھر کے مختلف مما لک میں مختلف انداز میں کئی دہائیوں سے جاری ہے، جس کا حتمی مقصد سماج کی پچھڑی ہوئی پرتوں کی عمومی بغاوت کو بزور قوت ماورائے قانون دبایا جانا ہے۔ پھر چاہے یہ پرتیں نسلی وقومی محرومی میں اپنا اظہار کر رہی ہوں یا پھر اس کی بنیادیں مذہبی ہوں۔ بھارت، فلپائن، ارجنٹینا، ایران، شام، امریکہ و یورپی ریاستوں سمیت ترقی یافتہ مما لک کے حکمران طبقے کا بھی یہ وطیرہ رہا ہے۔ ماضی میں زیادہ تر آمریتوں میں گمشدگی یا غائب کیے جانے کا عمل تیز تر ہوتا تھا لیکن پاکستان میں فوجی آمریتوں میں بھی نوجوانوں غائب ہوتے رہے اور یہاں کی آزاد ''جمہوریتوں'' میں بھی گمشدگیوں کا سلسلہ تھمنے میں نہیں آیا۔ ایسے میں سب سے زیادہ گمشدگیوں کے واقعات بلوچستان میں دیکھنے کو ملے ہیں، لیکن اب یہ سلسلہ فاٹا، پختونخوا، سندھ اور پنجاب تک پھیل گیا ہے۔پچھلے مختصر سے عرصے میں پنجاب اور اسلام آباد سے بھی ترقی پسند شعرا اور کارکنوں کو ایک دم سے غائب کر دیا گیا، گو کہ عوامی پریشر اور ان کی سرزنش کے بعد ان کو ویرانے میں چھوڑ دیا گیا اور ان میں سے بیشتر تو ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

لیکن کیا وجہ ہے کہ نوجوانوں خصوصاً طلبہ کے سوالوں کا جواب دینے کی بجائے انہیں غائب کر دیا جاتا ہے۔ایسے کونسے سوالات ہیں جن کے جواب گمشدگی اور پھر بعد میں مسخ شدہ لاشوں کی شکل میں بر آمد ہوتے ہیں؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کیسے سوالات ہیں کہ سینکڑوں کے خاموش کر دیے جانے کے باوجود کسی اور فرد کے ذریعے پھر منظر عام پر آجاتے ہیں؟ اور لوگ اپنے انجام کو جانتے ہوئے بھی ان سوالات سے پیچھے ہٹنے کو تیار نظر نہیں آتے!

یہ محض سوالات نہیں ہیں' یہ محرومیوں، ذلتوں اور اذیتوں کا اظہار ہیں جن سے یہاں کے باسیوں کی زندگیاں اجیرن ہو چکی ہیں۔ بلوچستان تو ویسے ہی سامراجیوں کی پراکسی جنگوں کا میدان بنا ہوا ہے۔ یہاں ایران، سعودی عرب، بھارت، چین یا امریکہ کی براہ راست فوجیں تو نہیں لڑ رہیں لیکن یہ تمام تر طاقتیں بلوچستان کے میدانوں میں اپنے حواریوں کے ذریعے قدرتی وسائل کی لوٹ مار کے لیے برسرپیکار ہیں۔چین وامریکہ کی سامراجی لڑائی ہو یا ایران وسعودیہ کی حاکمیت کی جنگ' تاراج بلوچستان ہو رہا ہے۔اور پاکستان میں مقتدر طاقتیں اس آگ میں تیل کا کردار ادا کر رہی ہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو کی جمہوریت سے لیکر ضیاالحق اور مشرف کی آمریتوں نے بھی بلوچستان کو تاراج کیا ہے۔ یہاں کے وسائل لوٹے اور یہیں پر فوجی آپریشنوں کی قتل وغارت ہوئی۔ کئی نسلیں اپنے حق کی لڑائی میں مٹ گئیں لیکن یہ محرومی کی لڑائی ابھی تک ختم نہیں کی جا سکی۔اور نہ ہی اس انداز میں ہو سکتی ہے۔

تہذیب کے کسی بھی اعشاریے کو اٹھا کر دیکھیں تو بلوچستان کی کیفیت سب سے بدتر نظر آتی ہے پھر چاہے اس میں عورتوں کی حالت زار ہو، بجلی یا گیس کی سہولتیں ہوں، سڑکوں کا انفراسٹرکچر ہو، علاج اور ہسپتالوں کی کیفیت ہو یا پھر سکولوں کالجوں کی تعداد ہو۔ یا پھر سامراجیوں کے پیدا کردہ فرقہ وارانہ تضادات ہوں۔ ایسے میں پاکستان کے دیگر علاقوں کی کیفیت بھی کچھ بہت بہتر نہیں ہے لیکن بلوچستان میں تو ان بنیادی انسانی ضروریات کے لیے جان کی بازی تک لگانی پڑ جاتی ہے۔

یہاں کے نوجوانوں نے ہمیشہ مقامی اور عالمی سامراجی طاقتوں کے خلاف اپنے حقوق کی آواز بلند کی، اپنی تنظیمیں بنائیں اور جب کوئی راستہ نظر نہ آیا تو مسلح طریقہ کار بھی اختیار کیا۔قومی محرومی کے خلاف آواز اٹھانے کا جو طریقہ ماضی میں مسلح نوجوانوں نے اختیار کیا وہ غلط سہی' بندوق کو پہلے چارے کے طور پر استعمال کرنا ایک جلد بازی پر مبنی مہم جوئی ہی سہی لیکن پھر ان نوجوانوں کی مسخ لاشوں کو ویرانوں میں پھینک دینا کون سی انسانیت یا ''جمہوریت'' کا تقاضا ہے۔ ان نوجوانوں کو بھی چی گویرا اور بھگت سنگھ کی جدوجہد سے اسباق سیکھنا ہوں گے۔ انفرادی دہشت گردی سے افراد کا خاتمہ تو کیا جا سکتا لیکن اس نظام کا خاتمہ ناممکن ہے جس کی بنیاد پر استحصال ہوتا ہے۔اور آخری تجزیے میں قبل از وقت کی ایسی مہم جوئیاں قومی آزادی کی لڑائی کو مضبوط کرنے کی بجائے' کمزور کرتی ہیں۔ایسی کاروائیاں ریاست کو زیادہ جارحانہ اقدامات کا جواز فراہم کرتی ہیں۔ معاشرے کی وسیع تر پرتوں کو جوڑ کر ہی حقیقی لڑائی جیتی جا سکتی ہے۔ بلوچستان کی محرومی کی لڑائی صرف بلوچستان میں لڑ کر جیتی نہیں جا سکتی اس کے لیے لازمی ہے کہ ملک بھر میں اس لڑائی کو طبقاتی بنیادوں پر جوڑا جائے۔ ویتنامی گوریلاؤں نے امریکی سامراجیوں کو شکست ضرور دی تھی لیکن اس لڑائی میں ایک بڑا کردار ویتنام سے باہر لوگوں نے ادا کیا تھا خصوصاً امریکی محنت کش طبقے کی ہڑتالوں اور مظاہروں نے۔

پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کے ادارے زیادہ تر بڑے شہروں خصوصاً وفاق اور پنجاب میں پائے جاتے ہیں۔ خستہ حال علاقوں سے آئے نوجوان تعلیم کے حصول کے لیے بڑے شہروں کا رخ کرتے ہیں لیکن مقتدر طاقتیں ان کا پیچھا شہروں میں بھی نہیں چھوڑتیں۔ اس کے علاوہ جنگوں اور تصادموں سے بدحال علاقوں سے آئے ہوئے نوجوانوں کو میڈیا اور دیگر 'ریاستی ستونوں' کے ذریعے مشکوک بنا دیا جاتا ہے۔ کسی کے پہناوے یا حلیے کو شدت پسندی یا دہشتگردی کے ساتھ جوڑ کر ان کی یکجہتی کو مسلسل کمزور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔آجکل ان علاقوں سے آنے والے نوجوانوں کے لیے بڑے بڑے تعلیمی اداروں میں مختص کوٹے کو مسلسل کم کیا جا رہا ہے۔ کیا کوئی نوجوان خوشی سے اپنا گھر تیاگ کر شہروں کی طرف آتا ہے۔ کیوں بلوچستان اور فاٹا جیسے علاقوں میں تعلیمی ادارے نہیں بن سکتے، کیوں ان علاقوں سے نکلنے والے گیس سے انہی علاقوں کو محروم کر دیا جاتا ہے، کیوں وہاں سے نکلنے والی معدنیات کمیشن کے عوض ملٹی نیشنل کمپنیوں کو دان کر دی جاتی ہیں، کیوں چین کی سامراجی راہداری کے لیے مختص ان علاقوں پر بات کرنے تک کو شجر ممنوعہ بنا دیا جاتا ہے، کیوں ابھی تک 'تذویراتی گہرائی' کی پالیسی کے تحت مذہبی جنونیوں کی پرورش کی جا رہی ہے۔ کیوں نیشنل ایکشن پلان صرف حق کی آواز بلند کرنے والوں پر نافذ کیا جا رہا ہے۔ یہی وہ سوالات ہیں جن کی پاداش گمشدگی ہے۔ ایسے سوالات ریاست کا مکروہ چہرہ عیاں کرتے ہیں، ان کا جواب ڈھونڈنا ہو گا لیکن یہ جوابات ایسے زخم ہیں جن کو زباں کرنا باقی ہے۔

انسانی حقوق کے محافظین کے لیے ڈیجیٹل سکیورٹی کی تربیت

اسامہ خلجی

پہلا سیشن: ڈیجیٹل سکیورٹی کیوں ضروری ہے؟

1. انسانی حقوق کے محافظین کو درپیش خطرات

انسانی حقوق کے محافظین کو ان کے کام کے باعث لاحق خطرات کوئی نئی بات نہیں۔ ڈیجیٹل رابطوں کے بڑھتے ہوئے استعمال اوران پرانحصار کے باعث انسانی حقوق کے کارکنوں کولاحق ڈیجیٹل خطرات بھی بڑھ گئے ہیں۔ چنانچہ، انسانی حقوق کے کارکنوں کو اپنی ڈیوائسز کے علاوہ اپنی آن لائن موجودگی کیحوالے سیانتہائی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

حملوں میں ہیکنگ، مالویئر (جاسوسی والے وائرس بھیجنا)، فشنگ حملے، ڈیوائسز کی چوری، بڑے پیمانے پرٹرولنگ، دھمکانا اور کردارکشی سے لے کرانسانی حقوق کے کارکنوں کی ڈیوائسز قبضے میں لینے کے لیےموجودہ قوانین جیسے کہ سائبر جرائم کے قانون کاناجائز استعمال شامل ہے۔انسانی حقوق کے محافظین کوایسے کسی بھی حملوں کا سامنا کرنے کے لیے ہمیشہ تیاررہنا چاہئے،اورخودکولاحق خطرات کو کم کرنے کے لیےاحتیاطی تدابیراپنانی چاہئیں۔

2. انسانی حقوق کے محافظین کودھمکیاں کون دیتا ہے؟

انسانی حقوق کے محافظین کودھمکیاں ریاستی کارندوں کے علاوہ دیگر مفاداتی گروہوں، بشمول انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے والےان لوگوں کی جانب سے انفرادی طور پر دی جاسکتی ہیں جنہیں سرپرستانہ نیٹ ورکس اور اقرباء پروری کے ذریعے قانونی کارروائی سے استثنا حاصل ہوتا ہے۔ان میں متاثرہ فرد کے خاندان یا دوست شامل ہیں۔حملہ آورایسا ذاتی وجوہات کے علاوہ ہدف بنائے گئے انسانی حقوق کے محافظ کے ساتھ اختلاف رائے کی وجہ سے بھی کرسکتے ہیں۔

3. حملوں کی اقسام

حملے مندرجہ ذیل طریقوں سے کیے جاسکتے ہیں:

- گمراہ کن لنک بھیجنا، جیسے کہ خودکو دوست ظاہر کرنا اورایسا لنک شیئرکرنا جودراصل مالویئر وائرس ہوتا ہے،
- فشنگ حملے جہاں ذاتی معلومات طلب کی جاتی ہیں،
- ڈیجیٹل اکاؤنٹ ہیک کرنا،
- ڈیوائسز کی چوری،
- پروپیگنڈا اور وطن پرستی/ مذہب/ خواتین کے خلاف تعصب وغیرہ کے استعمال کے ذریعے بڑے پیمانے پر آن لائن ٹرولنگ۔

4. کس کام کوسب سے زیادہ خطرات کا سامنا رہتا ہے؟

انسانی حقوق سے متعلق کسی بھی مسئلے پرکام کرنے والے انسانی حقوق کے محافظ کوحملوں کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے، خاص طور پراس وقت جب قومی سلامتی، مذہب، اورخواتین کے حقوق کا معاملہ ہو۔

5. جب آپ حملے کی زدمیں ہوں تو آپ کوکیا کرنا چاہیے؟

- لِنکس، سکرین شاٹس، تصاویر/ ویڈیوز/ آڈیو وغیرہ کے ذریعے ہونے والی بدزبانی، دھمکیاں، حملے قلمبند کریں۔
- فیس بک، ٹویٹر، گوگل وغیرہ جیسے پلیٹ فارمز پراطلاع دیں۔
- قانون نافذکرنے والے اداروں جیسے کہ ایف آئی اے کے سائبرکرائم ونگ، پولیس وغیرہ کواطلاع دیں۔
- وکیل سے مشورہ کریں، ہائی کورٹ بنیادی حقوق کوتحفظ فراہم کرتی ہے۔
- مشورے کے لیےاپنے معاونتی گروہ جیسے کہ دوستوں، خاندان، ہم پیشہ ساتھیوں، ساتھی کارکنوں کومطلع کریں۔

ڈیوائسز کی سکیورٹی

1. سکرین لاک اور پاس ورڈ

اپنےفون پر ہمیشہ سکرین لاک لگائیں تاکہ صرف آپ کواس تک رسائی ہو۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ سکرین لاک کوئی پِن یا ایسا پاس ورڈ ہو جس کا اندازہ لگانا مشکل ہواور جوصرف آپ کا معلوم ہو۔ پیٹرن محفوظ نہیں ہوتے اوران کا باآسانی پتا لگایا جاسکتا ہے۔آپ کے کمپیوٹر پربھی پاس ورڈ لگا ہونا چاہئے۔کبھی بھی اپنے فون یا کمپیوٹرکو بغیر پاس ورڈ نہ چھوڑیں۔

2. ڈیوائسز کی انکرپشن- کیوں ضروری ہےاورکیسے کی جائے

انکرپشن سے آپ کی ڈیوائس (فون اورکمپیوٹر) پرسارا ڈیٹا لاک ہوجاتا ہے جس کے باعث اس ڈیٹا/معلومات تک رسائی صرف پاس ورڈ سے ہی ممکن ہوسکتی ہے۔

- اینڈرائڈ فون کو Settings Security میں جا کے انکرپٹ کیا جاسکتا ہے۔
- اگرآپ کےفون میں میموری کارڈ ہےتو پھر Settings میں جا کر، اس کے بعد Security اورپھر Encrypt card memory پرکلک کریں تاکہ اگر یہ آپ کے فون میں نہ بھی رہےتو اس میں موجود ڈیٹا تک پاس ورڈ جوصرف آپ کومعلوم ہوگا، کے بغیر رسائی نہ ہوسکے۔
- Windows 10 پہلے سے ہی انکرپٹڈ ہوتی ہے۔ Settings پرجائیں، پھر System پراوراس کے بعد About پر۔اگرآپ کی ڈیوائس اسے سپورٹ کررہی ہےتو EncryptionDrive کوآن کردیں۔
- Windows 8,7,10 یااس سےاوپرکی Windows کے لیے، آپ اپنے کمپیوٹرکو انکرپٹ کرنے کے لیے BitLocker بھی استعمال کرسکتے ہیں۔ Control Panel پرجائیں، پھر BitLocker Drive Encryption پرجائیں۔ BitLocker آف ہےتو پھراپنی ڈرائیوکے ساتھ موجود "Turn on BitLocker" پرکلک کریں۔ اس بات کویقینی بنائیں کہ آپ نےکم ازکم اپنیC ڈرائیوکوانکرپٹ کرلیاہے جوکہ آپ کی سسٹم ڈرائیو ہے۔
- Mac کمپیوٹرز پہلے سے ہی Apple FileVault, میں موجود انکرپشن کے ساتھ آتے ہیں۔اسے فعال کرنے کے لیے System Preferences پرجائیں، پھر Privacy and Security پرکلک کریں، اس کے بعد FileVault کا ٹیب کھولیں۔ اگر یہ فعال نہیں ہے تو پھر Turn on FireVault پرکلک کریں اورانکرپشن کے عمل کومکمل کرنے کے لیے ہدایات پرعمل کریں۔

3۔ ڈیٹا بیک اپ کرنا– آن لائن اور ہارڈ ڈرائیوز پر

کمپیوٹر پراپنے اہم ڈیٹا اورمعلومات کومحفوظ کرنے کے لیے، ہمیشہ اس کا بیک اپ ضروررکھیں۔آپ آن لائن بیک اپ بھی رکھ سکتے ہیں، مثال کے طورپراپنے ای میل اکاؤنٹ میں یا گوگل ڈراؤ، ڈراپ باکس آئی کلاؤڈ وغیرہ پر، تاہم اگر یہ اکاؤنٹ ہیک ہوجائیں تو آپ اس ڈیٹا سے محروم ہوسکتے ہیں۔ایسے مضبوط پاس ورڈ سے جن کا اندازہ لگانا مشکل ہو اوردو قدم تصدیقی لاگ ان (two-step login verification) ان کے ذریعے اپنے ان اکاؤنٹس کی سیکیورٹی کویقینی بنائیں۔

ڈیٹا کوآپ یوایس بی ڈرائیوزیابڑی ہارڈ ڈرائیوز میں بھی محفوظ کرسکتے ہیں تاکہ انٹرنیٹ کے علاوہ بھی اس کا بیک اپ آپ کے پاس رہے۔ یوایس بی اور ہارڈ ڈرائیوز کو Windows کمپیوٹرز پر وہی BitLocker استعمال کرکے بیک اپ کیا جاسکتا ہے۔یوایس بی کوکمپیوٹر کے ساتھ منسلک کریں، پھرڈرائیوکے دائین طرف کلک کریں اورپھر Turn on BitLocker پرکلک کریں

4۔ سم کارڈز اورمتبادل کمیونیکیشن

سم کارڈز جب سے انگوٹھے کے نشانات اورکمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈز کے ساتھ منسلک کردیے گئے ہیں، ریاست کے لیے کال کرنے والوں اورموبائل پرپیغام رسانی کرنے والوں کی شناخت معلوم کرنا بہت آسان ہوگیا ہے۔فعال سم کارڈز کے ذریعے فرد کے مقام کا پتہ لگانا بھی ممکن ہے۔اس لیے بہتر یہ ہے کسی بھی قسم کی حساس معلومات کے بارے میں ایس ایم ایس اورفون کالزپرکوئی بات چیت نہ کی جائے تاکہ کڑی نگرانی سے بچا جاسکے۔

اگرچہ واٹس ایپ کالزکا سراغ لگانا بھی مشکل کام ہے، مگرانسانی حقوق کے محافظین کے لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ سگنل (Signal) استعمال کریں جس میں پیغامات اورکالیں انکرپٹڈ ہوتی ہیں، مطلب یہ کہ ان کا سراغ ان دولوگوں کے علاوہ کوئی اورفرد نہیں لگا سکتا جن کے درمیان کمیونیکیشن ہوتی ہے۔

آن لائن سرگرمی کا تحفظ

1. پاس ورڈز

- ای میل، فیس بک، ٹویٹر، انسٹا گرام، فون لاک کوڈ وغیرہ سمیت ہراکاؤنٹ کے لیےمختلف پاس ورڈ لگائیں۔
- اس بات کویقینی بنائیں کہ آپ کے پاس ورڈ کا اندازہ لگانا

آسان نہ ہو، اور بہتر یہ ہے کہ یہ ایک پاس سے زائد اپر کیس ایلفا بیٹس، علامات، نمبروں وغیرہ پر مشتمل ہو۔ آپ کا پاس ورڈ جتنا پیچیدہ ہوگا اسے ہیک کرنا اتنا ہی مشکل ہوگا۔

- یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ ایک فارمولا بنائیں جس سے آپ کو اپنے پاس ورڈ یاد رکھنے میں آسانی ہو۔ جیسے کہ ایک دوست کا نام جس کے نام کا پہلا لفظ اور متعلقہ پلیٹ فارم کا پہلا لفظ ایک ہو، جس کا پہلا لفظ بڑا ہو اور اس میں ایک علامت بھی شامل ہو۔ فیس بک پاس ورڈ: Farwah12@، ٹویٹر پاس ورڈ: Tanveer13#، وغیرہ۔

2. لاگن کی تصدیق/ دو اقدامی تصدیق (Step-2 factor-Two /(Verification authentication

آپ کے ای میل، فیس بک، ٹویٹر، واٹس ایپ، انسٹاگرام اکاؤنٹ سبھی میں دو اقدامی تصدیق/ لاگن کی تصدیق کی آپشن موجود ہے۔

- فیس بک: Privacy & Settings پر جائیں۔ shortcuts Privacy کو کلک کریں۔ authentication factor-two کو استعمال کریں۔ اپنے پاس ورڈ اور فون نمبر کی تصدیق کریں۔ آپ کو ایس ایم ایس کے ذریعے ایک کوڈ موصول ہوگا جسے داخل کرنے کے بعد یہ فیچر فعال ہوجائے گا۔
- ٹویٹر: Privacy & Setting پر جائیں۔ Account کو کلک کریں۔ پھر وہاں سے Security اور پھر Login verification پر جائیں۔ اپنے پاس ورڈ اور فون نمبر کی تصدیق کریں اور آپ کو ایس ایم ایس کے ذریعے ایک کوڈ موصول ہوگا جسے داخل کرنے کے بعد یہ فیچر فعال ہوجائے گا۔
- جی میل: Settings پر جائیں۔ وہاں سے Manage Account Google your اور پھر & in-Sign Security پر جائیں۔ Step-2 Verification کو کلک کریں۔ اپنے پاس ورڈ اور فون نمبر کی تصدیق کریں اور آپ کو ایس ایم ایس کے ذریعے ایک کوڈ موصول ہوگا جسے داخل کرنے کے بعد یہ فیچر فعال ہوجائے گا۔ آپ کے پاس ایک اور ریکوری ای میل ایڈریس شامل کرنے کا اضافی آپشن بھی موجود ہے۔
- واٹس ایپ: Settings پر جائیں۔ Account پر جائیں اور Step-Two Verification کو کلک کریں۔ آپ کو چھ ہندسوں کا پن بنانے کو کہا جائے گا جو آپ کو یاد ہونا چاہئے اور آپ سے کہا جائے گا کہ آپ واٹس ایپ استعمال کرتے وقت اس پن کو باقاعدگی کے ساتھ داخل کریں۔ آپ بیک اپ سکیورٹی کے لیے ایک ریکوری ای میل ایڈریس بھی شامل کرسکتے ہیں۔
- انسٹاگرام: Profile پر جائیں۔ دائیں جانب سب سے اوپر موجود تین لائنوں کو کلک کریں۔ Settings پر جائیں اور نیچے سکرول کرکے factor-Two authentication کو کلک کریں۔ Require code security کا انتخاب کریں۔ اپنے پاس ورڈ اور فون نمبر کی تصدیق کریں۔ آپ کو ایس ایم ایس کے ذریعے ایک کوڈ موصول ہوگا جسے داخل کرنے کے بعد یہ فیچر فعال ہوجائے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ اپنا پاس ورڈ داخل کرتے ہیں تو آپ کے فون نمبر پر ایس ایم ایس کے ذریعے ایک کوڈ بھیجا جاتا ہے جسے آپ کو اپنے اکاؤنٹ تک رسائی کے لیے اگلے قدم کے طور پر داخل کرنا ہوتا ہے۔ یہ آپ کے ای میل اور سوشل میڈیا کے اکاؤنٹس کو ہیک ہونے سے بچانے کا نہایت اہم ذریعہ ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کے پیچیدہ پاس ورڈ کا پتا لگانے میں کامیاب ہو بھی جائے تو وہ آپ کے فون کے بغیر آپ کے اکاؤنٹ تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔ اس سے آپ کے اکاؤنٹ کو اضافی تحفظ حاصل ہوجاتا ہے۔

3. دوست اور رابطے

اگر آپ اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹ پر نجی معلومات جیسے کہ خاندان کی تصاویر، مقام کی معلومات، اپنے سفر/معمولات وغیرہ کی معلومات شیئر کرتے ہیں تو آپ کو ان لوگوں کو اجازت دینی چاہئے جنہیں آپ ذاتی طور پر جانتے ہوں یا ایسے دوست/رابطے جن پر آپ کو اعتماد ہو۔

سوشل میڈیا پر ذاتی معلومات فراہم کرنے سے اجتناب کریں، اور تقاریب یا سفر سے متعلق معلومات اور تصاویر اس وقت فراہم کریں جب آپ انہیں انجام دے چکے ہوں تاکہ کوئی بھی آپ کے سوشل میڈیا کے ذریعے آپ کا سراغ نہ لگا سکے۔

4. فیس بک پر پوسٹ کی settingsprivacy

- settings Privacy کا استعمال کریں جنہیں فیس بک کی ہر پوسٹ کے لیے کسٹمائز کیا جاسکے۔ آپ کوئی بھی پوسٹ شائع کرنے کا انتخاب کرسکتے ہیں جو آپ شیئر کریں:
- تمام لوگوں کے ساتھ، جس کا مطلب یہ ہے کہ فیس بک یا انٹرنیٹ پر کوئی بھی شخص آپ کے پروفائل پر جا کر اسے دیکھ سکتا ہے؛
- دوستوں کے ساتھ، جس سے مراد یہ ہے کہ فیس بک پر موجود صرف آپ کے دوست آپ کی پوسٹ دیکھ سکتے ہیں؛
- صرف مخصوص لوگ جن کا آپ پوسٹ شیئر کرنے سے پہلے انتخاب کریں؛ اور
- تمام دوستوں کے ساتھ لیکن چند لوگوں سے پوشیدہ جن کا آپ پوسٹ کرنے سے پہلے انتخاب کریں۔

5. فیس بک پر قابل اعتماد روابط

فیس بک آپ کو پانچ قابل اعتماد دوست شامل کرنے کا موقع دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اکا؟ ونٹ کی خطرے میں ہے یا آپ لاگ ان نہیں ہو پا رہے تو آپ کے منتخب کیے گئے پانچ دوست آپ کے اکاؤنٹ میں آپ کو رسائی دینے میں مدد دے سکتے ہیں۔ آپ ان دوستوں کو فعال کرنے اور ان کا انتخاب کرنے کے لیے Settings پر جائیں، پھر Privacy پر کلک کریں، اس کے بعد in log and Security پر اور پھر 5 to 3 Choose outlockedareyouiffriends پر کلک کریں۔

آپ کو اضافی سکیورٹی کی سیٹنگ میں "alerts Get logins unrecognised about" بھی فعال کرنا چاہیے۔

6. وی پی این کا استعمال

ورچوئل پرائیویٹ نیٹ ورک (وی پی این) ایک سافٹ ویئر کے ذریعے آپ کا آئی پی ایڈریس کسی دوسرے ملک میں تبدیل کرسکتا ہے۔ آئی پی ایڈریس کا استعمال مقام کا سراغ لگانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ وی پی این کی بدولت، انٹرنیٹ کے ذریعے کسی بھی فرد کے لیے آپ کے مقام اور سرگرمی کا سراغ لگانا مشکل ہوجاتا ہے۔

7. محفوظ براؤزنگ

گوگل کروم (Chrome Google) اور سفاری (Safari) جیسے براؤزرز "mode Incognito" or "Private" براؤزنگ کے ساتھ آتے ہیں۔ ان کا استعمال کرنا چاہیے کیونکہ ان کے استعمال سے ڈیوائسز کی براؤزنگ ہسٹری اور ذاتی ڈیٹا کا سراغ لگانا مشکل ہوجاتا ہے۔

8. ہراسانی۔ دھمکیاں، بدکلامی، دھونس، بڑے پیمانے پر ٹرولنگ، پراپیگنڈہ، جعلی اکاؤنٹ

- انسانی حقوق کے محافظین کو انٹرنیٹ پر اکثر ہراسانی، دھمکیوں، بدکلامی، دھونس، بڑے پیمانے پر ٹرولنگ، پراپیگنڈے اور جعلی اکاؤنٹس کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر آپ کو اس قسم کی صورتحال کا سامنا کرنا پڑے تو درج ذیل اقدامات کریں:
- سکرین شاٹس کے ذریعے بدکلامی، ہراسانی، یا پراپیگنڈہ، روابط یا ذمہ دار عناصر کی تفصیلات قلمبند کریں۔
- اپنے قابل اعتماد پیشہ ور ساتھیوں، دوستوں، خاندان، اور پیشہ ور تنظیموں جیسے کہ سی پی جے، آر ڈبلیو بی، پی ایف یو جے، ایچ آر سی پی وغیرہ کو رپورٹ کریں۔
- قانون نافذ کرنے والے اداروں کو رپورٹ کریں تاکہ واقعہ ریکارڈ کا حصہ بن سکے اور قانونی کاروائی کے لیے تگ و دو کریں۔
- سائبر کرائمز کے لیے ایف آئی اے کا نیشنل ریسپانس سنٹر برائے سائبر کرائم (این آر 3 سی) سے رجوع کریں۔
- انہیں شکایت درج کروانے کے بعد پولیس سٹیشن میں ایف آئی آر درج کروائیں۔
- اس کے علاوہ، آپ ہائی کورٹ میں پٹیشن بھی دائر کرسکتے ہیں تاکہ ہائی کورٹ ملزم کو آپ کے خلاف نفرت انگیزی یا اشتعال انگیزی سے روک سکے۔
- اگر صورتحال زیادہ سنگین یا پرخطر ہو تو خلاف ورزی قلمبند کرنے کے بعد اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹس کو عارضی طور پر پرائیویٹ یا غیر فعال کردیں۔

عورتیں

شوہر نے خاتون کو زندہ جلا دیا

مردان 11 دسمبر 2018ء کو مردان کی رہائشی خاتون کو بچی میں شوہر نے مبینہ طور پر پیٹرول چھڑک کر زندہ جلا ڈالا، میاں بیوی کے مابین گھریلو ناچاقی تھی سفاک شوہر واقعے کے بعد آٹھ ماہ کی بچی ساتھ لیکر فرار ہوگیا، پولیس تھانہ جلوزئی نوشہرہ نے لواحقین کی رپورٹ پر مقدمہ درج کرلیا، مردان کے علاقہ گڑھی خانخیل کے رہائشی مالک کی بیٹی مسماۃ خدیجہ کی تین سال قبل ناگمان چارسدہ کے رہائشی توحید کے ساتھ شادی ہوئی تھی اوران دنوں وہ بچی میں رہائش پذیر تھے لواحقین کے مطابق توحید کام کاج نہیں کرتا تھا اور مسماۃ خدیجہ جب لوگوں کے گھروں میں کام کرتی تو رقم شوہر چھین کرلے جاتا تھا جس پر میاں بیوی کے مابین لڑائی جھگڑے ہوا کرتے تھے، مسماۃ خدیجہ کے والد فضل مالک کے مطابق پیر کے روز شوہر نے خدیجہ کے ہاتھ پیر باندھ کر اس پر پٹرول چھڑک کر زندہ جلا دیا اور گھر کو تالا لگا کر 8 ماہ کی بچی اٹھا کر فرار ہوگیا گھر میں دھواں دیکھ کر پڑوسیوں نے ہمیں اطلاع دی اور جب ہم وہاں پہنچے تو خدیجہ جل کر راکھ ہوگئی تھی جس کی منگل کو مردان میں تدفین کردی گئی میں غریب باورچی ہوں اور وکیل کا بھی بندوبست نہیں کرسکتا، لہٰذا چیف جسٹس اور وزیراعظم ہمیں انصاف فراہم کریں اور ملزم کو جلد از جلد گرفتار کرکے قرار واقعی سزا دی جائے۔ (روزنامہ آج)

گھر سے بے دخل کرنے اور بیٹی چھیننے کے خلاف احتجاج

حیدرآباد حیدرآباد کے علاقے غفور شاہ کالونی کی رہائشی اور پسند کی شادی کرنے والی یاسمین بلوچ نے شوہر کی جانب سے گھر سے بے دخل کرکے پانچ سالہ بیٹی خوشبو کو چھیننے کے خلاف حیدرآباد پریس کلب کے سامنے احتجاج کیا۔ اس موقع پر انہوں نے بتایا کہ 2010ء کے دوران اس نے گھر سے نکل کر امید علی سے عدالت میں پسند کی شادی کی تھی اور اس کی ایک پانچ سال کی بیٹی بھی ہے اور پھر شوہر نے دوسری شادی کرنے کے لیے اسے دو سال قبل بلا جواز گھر سے نکال دیا تھا اور اس کی بیٹی کو بھی چھین کے لے گیا ہے۔ اور اس کا خاوند اس کی پانچ سالہ بیٹی کا رشتہ دینے کے عوض ایک عورت سے شادی کرنے کی کوشش کررہا ہے جو کہ ایک غیر قانونی عمل ہے۔ انہوں نے ارباب اختیار سے مطالبہ کیا ہے کہ معاملے کا نوٹس لے کر اس کی معصوم بیٹی کا رشتہ دینے سے شوہر کو روکا جائے۔

(لالہ عبدالحلیم)

بھائی کے ہاتھوں بہن کا قتل

مانسہرہ 15 دسمبر 2018ء کو تھانہ بالاکوٹ کی حدود دشا ہوتر میں بھائی نے فائرنگ کرکے بہن کو قتل کردیا، ملزم ارتکاب جرم کے بعد فرار ہوگیا، پولیس نے والد کی رپورٹ پر مقدمہ درج کرلیا، پولیس تھانہ بالاکوٹ کے مطابق گزشتہ روز محمد مسکین ساکن ناران حال شاہوتر بالاکوٹ نے تھانہ بالاکوٹ میں رپورٹ درج کراتے ہوئے پولیس کو بتایا کہ اس کی بیٹی مسماۃ (ج) گھر میں جھاڑو دے رہی تھی کہ اس دوران اس کی اپنے بھئی مہردل کے ساتھ تو تکرار ہوئی، تو مہردل نے فائرنگ کرکے مسماۃ (ج) کو قتل کرڈالا، اور ملزم ارتکاب جرم کے بعد موقع سے فرار ہوگیا، پولیس تھانہ بالاکوٹ نے والد کی درخواست پر مقدمہ علت نمبر 344 زیر دفعہ 302 درج کرتے ہوئے مزید تفتیش شروع کرنے کے ساتھ ساتھ ملزم کی تلاش بھی شروع کردی ہے، مسمی محمد مسکین کے مطابق اس کے بیٹے مہردل کا ذہنی توازن بھی ٹھیک نہیں ہے۔

(روزنامہ مشرق)

12 سالہ بچی کی 40 سالہ شخص سے شادی

ٹنڈو محمد خان ٹنڈو محمد خان کے مہر زرعی فارم کی رہائشی 12 سالہ بچی کی شادی 40 سالہ شخص سے کرادی گئی۔ واقعے کی اطلاع بچی کے سوتیلے والد نے پولیس کو دی۔ پولیس نے دولہا کو گرفتار کرکے مقدمہ درج کرلیا۔ سٹی تھانے کی حدود بیراج کالونی روڈ پر واقع مہر زرعی فارم کی رہائشی بارہ سالہ بچی فتوری ولد مہر محمد ملاح کی شادی چالیس سالہ شخص محرم مکرانی سے کرائی گئی تھیں جیس کی اطلاع دلہن کے سوتیلے والد نے پولیس کو دی۔ بچی اپنی والدہ کی دوسری شادی کے بعد اپنے چچا کے پاس رہتی تھی۔ پولیس نے کارروائی کرتے ہوئے بچی اور محرم مکرانی کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ کمسن بچی کی شادی کا مقدمہ اس کے سوتیلے والد محمد ہاشم چنو کی مدعیت میں پانچ افراد کے خلاف درج کیا گیا۔ (لالہ عبدالحلیم)

’غیرت‘ کے تصور نے ایک اور جان لے لی

مانسہرہ 5 دسمبر 2018ء کو ضلع تھانہ اوگی کے گاؤں گلی باغ گھٹیاں میں بھائی نے مبینہ آشناء کے بعد غیرت کے نام پر اپنی بہن کو بھی قتل کردیا۔ گزشتہ روز تھانہ اوگی کے گاؤں گھٹیاں محجے میں ملزم شکیل ولد دل زیب نے گھر کے اندر اپنی غیر شادی شدہ بہن فاتحہ بی بی کو فائرنگ کرکے قتل کردیا، ملزم کے بھائی عادل ولد دل زیب نے تھانہ اوگی میں بتایا کہ میری بہن کے اپنے ماموں ابراہیم ولد گل محمد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے جس پر میرے بھائی کو شدید رنج تھا، 20 روز قبل میرے بھائی نے کراچی میں ماموں کو قتل کیا تھا اور گزشتہ روز اپنی بہن کو قتل کردیا۔ (روزنامہ آج)

’غیرت‘ کے نام پر لڑکا لڑکی قتل

لکی مروت 20 دسمبر 2018ء کو لکی مروت میں ’غیرت‘ کے نام پر فائرنگ کرکے نوجوان اور دوشیزہ کو قتل کرنے کے بعد لاشیں ویرانے میں پھینک دی گئیں، پولیس نے نوجوان کے والد کی رپورٹ پر نامعلوم افراد کے خلاف مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی، تجوڑی پولیس کو رپورٹ درج کراتے ہوئے حلیم شاہ نے بتایا کہ انہیں اطلاع ملی کہ بیٹے خان محمد اور مسماۃ ارشاد بی بی کی لاشیں علاقہ غیر میں خانہ بدوش زیارت کے نزدیک پڑی ہیں، انہوں نے بتایا کہ دونوں صبح سویرے گھروں سے بھاگے تھے، پولیس نے مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

بچے

بارودی سرنگ دھماکہ میں بچہ جاں بحق

جنوبی وزیرستان 13 دسمبر 2018ء کو جنوبی وزیرستان میں بارودی سرنگ کے دھماکہ میں ایک بچہ جاں بحق جبکہ دوسرا زخمی ہوگیا، جنوبی وزیرستان کے سب ڈویژن لدھا کے علاقہ میشتہ حلال الگڈ میں بارودی سرنگ کے دھماکہ سے 11 سالہ محمد فاروق موقع پر جاں بحق جبکہ محمد افضل شدید زخمی ہوگیا جسے تشویشناک حالت میں پشاور منتقل کردیا گیا۔

(روزنامہ ایکسپریس)

بیوی اور شیر خوار بچی قتل

پشاور 7 دسمبر 2018ء کو تھانہ پشتہ خرہ کے علاقہ نوے کلے میں افغان مہاجر نے ناجائز تعلقات کے شبہ میں بیوی اور چھ ماہ کی بیٹی کو فائرنگ کرکے قتل کردیا، پولیس نے بروقت کارروائی کرکے ملزم کو گرفتار کرلیا۔ ابتدائی تفتیش میں ملزم نے اعتراف جرم کرلیا، تفصیلات کے مطابق مدعیہ مسماۃ (خ) نے تھانہ پشتہ خرہ پولیس کو رپورٹ درج کراتے ہوئے بیان کیا کہ اس کی ماں (آ) اور اس کی چھ ماہ کی بہن طفلکہ کشف کو اس کے والد نے فائرنگ کرکے نہایت بے دردی سے قتل کردیا ہے، جس کی رپورٹ پر مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی گئی، سی سی پی او قاضی جمیل الرحمان نے واقعہ کا سختی سے نوٹس لیا جس پر پولیس حکام نے چند گھنٹوں کے اندر بیوی اور چھوٹی شیر خوار بچی کو قتل کرنے والے ملزم محمد علی ولد زرمہان ساکن افغانستان حال نوے کلے کو گرفتار کرلیا، ملزم نے ابتدائی تفتیش کے دوران اپنے جرم کا اعترام کرتے ہوئے بیان کیا کہ اس نے ناجائز تعلقات اور گھریلو ناچاقی کی بناء پر بیوی اور شیر خوار بچی کو قتل کیا ہے ملزم کو مزید تفتیش کیلئے حوالات منتقل کردیا گیا ہے جہاں ملزم سے مزید تفتیش جاری ہے، سی سی پی او قاضی جمیل الرحمان نے کارروائی میں حصہ لینے والی ٹیم کو توصیفی اسناد دینے کا علان کیا۔

(روزنامہ ایکسپریس)

پاکستان میں پانچ سال میں بچوں سے زیادتی کے 17 ہزار واقعات

اسلام آباد پاکستان کے ایوان زیریں یعنی قومی اسمبلی کو بتایا گیا ہے کہ وفاقی دارالحکومت سمیت ملک کے چاروں صوبوں میں گذشتہ پانچ سال کے دوران بچوں سے زیادتی کے 17862 واقعات رپورٹ ہوئے۔ رپورٹ ہونے والے 10620 واقعات میں لڑکیوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا جبکہ اسی عرصے کے دوران 7242 لڑکوں کے ساتھ جنسی زیادتی ہوئی۔ نامہ نگار شہزاد ملک کے مطابق وقف سوالات میں وزارت انسانی حقوق کی طرف سے پیش کیے جانے والے اعداد وشمار کے مطابق اس عرصے کے دوران پولیس کے پاس زیادتی کے 13263 واقعات رپورٹ ہوئے ہیں۔ پچھلے مہینے قصور میں کم سن بچی زینب کے ساتھ جنسی زیادتی اور قتل کے بعد ملک بھر میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی تھی، جس کے بعد حکومت پر عوامی اور سیاسی دباؤ میں اضافہ ہوگیا تھا۔ اس کے بعد مردان میں بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا تھا، جس سے ظاہر ہوا تھا کہ یہ واقعات کسی ایک علاقے تک محدود نہیں بلکہ پورے ملک میں رونما ہوتے ہیں۔ تاہم بدھ کو وزارت انسانی حقوق کی طرف سے دیے گئے اعداد وشمار میں اس بات کا ذکر نہیں کیا گیا کہ لڑکے اور لڑکیوں کے ساتھ جنسی تشدد کے سب سے زیادہ واقعات کس صوبے میں ہوئے ہیں۔ صوبہ پنجاب کے شہروں قصور اور اوکاڑہ میں لڑکوں کے ساتھ جنسی تشدد کی ویڈیو بھی سامنے آئی ہیں جس میں ملوث افراد کو گرفتار کیا گیا ہے۔ قصور میں بچوں پر جنسی تشدد کے دوران ویڈیو فلمیں بنانے کے واقعات میں ملوث تین مجرموں کو عمر قید کی سزا سنائی گئی ہے۔ انسانی حقوق کی کمیشن کی رپورٹ کے مطابق بچوں پر تشدد کے مقدمات میں صرف 112 مجرموں کو سزا ہوئی جن میں سے 25 مجرموں کو سزائے موت، 11 کو عمر قید جبکہ باقی مجرمان کو سزائیں سنائی گئی ہیں۔ وفاقی وزیر برائے انسانی حقوق ممتاز احمد تارڑ کا کہنا تھا کہ ملک میں بچوں سے زیادتی کے واقعات سے متعلق صورت حال افسوسناک ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ملک میں بچوں سے متعلق قوانین موجود ہیں لیکن عمل درآمد نہیں ہوتا۔ وفاقی وزیر کا کہنا تھا کہ پولیس کی ناقص تفتیش اور عدالتی نظام کی کمزوریوں کی وجہ سے ان واقعات کے سد باب میں مشکلات پیش آرہی ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ بچوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے قومی کمیشن اس وقت قائم ہوگا جب اس کمیشن کی تشکیل کے لیے پنجاب اور سندھ اپنے نام بھجوائیں گے۔ دوسری طرف قومی اسمبلی میں تحفظ اطفال بل 2017 متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا۔ اس بل کا اطلاق وفاقی دارالحکومت کے علاقے پر ہوگا۔ اس بل کے تحت بچوں کے تحفظ کے اقدامات کیے جائیں گے جن میں بچوں کے لیے مخصوص تربیتی مراکز بھی شامل ہیں۔ قومی اسمبلی نے کم سن افراد کے لیے نظام انصاف کا بل 2017 بھی متفقہ طور پر منظور کرلیا ہے۔

(بشکریہ: بی بی سی اردو)

خاتون نے 3 سالہ بھتیجی کا گلہ کاٹ دیا

کرک 7 دسمبر 2018ء کو تھانہ صابر آباد کی حدود علاقہ غنڈی میر خانخیل کے نواحی قصبے سکندر خیل میں سفاک خاتون نے 3 سالہ سگی بھتیجی کو گلہ کاٹ کر قتل کردیا، پولیس نے واقعہ کی اطلاع ملتے ہی جائے وقوعہ پر پہنچ کر علاقے کو گھیرے میں لے لیا، جبکہ ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر کرک نوشیر خان مہمند نے جائے وقوعہ پر پہنچ کر جائے واردات کا معائنہ کیا اور سفاک ملزمہ مسماۃ (گ) کو ایک گھنٹے کے اندر گرفتار کرکے آلہ قتل بھی برآمد کرلیا۔

(روزنامہ ایکسپریس)

بچوں کے جرائم میں ملوث ہونے کی شرح بڑھ گئی

پشاور خیبر پختونخوا میں کم سن بچوں کے جرائم میں ملوث ہونے کی شرح بڑھ رہی ہے اور پورے صوبے کی جیلوں میں اس وقت نوعمر قیدیوں کی تعداد 360 تک پہنچ چکی ہے جن میں انڈر ٹرائل ملزمان کی تعداد 320، جبکہ سزا یافتہ کمسن بچوں کی تعداد 39 ہے جبکہ ایک بچی اس کے علاوہ ہے، پولیس ریکارڈ کے مطابق سال 2018ء کے ابتدائی 10 مہینوں میں 27 کیسز میں 27 بچے مختلف جرائم کے تحت گرفتار ہوئے جن میں سے 23 کیسز میں چالان عدالتوں میں داخل کئے گئے ہیں ان میں سے سب سے زیادہ ہری پور کے بچے جرائم میں ملوث ہونے کی وجہ سے گرفتار ہوئے جن کی تعداد 11 ہے، دوسرے نمبر پر بونیر رہا جہاں 6 بچے گرفتار ہوئے، جبکہ مانسہرہ میں 4 بچے گرفتار ہوئے، قانون کی رو سے 18 سال سے کم عمر کے ہر مرد یا عورت کو بچہ سمجھا جاتا ہے اور ان کے لیے قانون موجود ہے جس کی رو سے بچوں کو ہتھکڑی نہیں لگائی جاسکتی اور اسے جیل یا حوالات میں بالغ ملزمان کے ساتھ بند نہیں کیا جاسکتا ہے۔ تاہم یہ بھی ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر قوانین پر عمل درآمد نہیں کیا جاتا، نہ ہی خیبر پختونخوا میں بچوں کیلئے الگ جیل موجود ہے، ماضی میں بنوں میں بچوں کے لئے علیحدہ جیل (Borstal Institution) کی عمارت بنائی گئی ہے اور اس کے چلانے کیلئے 2012ء میں قانون بھی آچکا ہے۔ جرائم میں سزا یافتہ کم عمر قیدیوں کی بحالی اور ان کی تعلیم وتربیت بھی حکومت کی ترجیح نہیں ہے جس کی وجہ سے ان بچوں کی اصلاح کے بجائے جیلوں سے یہ مزید خطرناک قیدی بن کر نکلتے ہیں۔

(روزنامہ مشرق)

تعلیم

گرلز پرائمری سکول ایک ماہ سے بند

مـــردان دسمبر 2018ء کو گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول گڑو کو تالہ لگاتے ہوئے ایک ماہ گزر گیا، طالبات بوائز سکول میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہیں، واقعات کے مطابق تحصیل رستم کے دور آفتادہ پہاڑی دشوار گزار علاقہ گڑو میں گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول کو تالہ لگا کر بند کرنے کو تقریباً ایک ماہ کا وقت گزر گیا، ذرائع کے مطابق سکول میں گزشتہ کئی برس سے صرف ایک استانی تعینات ہے جو آج کل شدید بیمار بھی ہے اسلئے انہوں نے ایک ماہ سے سکول کو بند کروادیا ہے، یہ بات سرکل رستم کے اے ایس ڈی ای او (فی میل) مس صوبیہ کے بھی علم میں ہے لیکن پھر بھی کوئی متبادل ٹیچر کا بندوبست نہیں کروایا گیا، باخبر ذرائع کے مطابق اے ایس ڈی ای او (میل) سرکل رستم گلزار شاہ نے سکول کی متاثرہ طالبات کو مقامی بوائز گورنمنٹ پرائمری سکول گڑو منتقل کر دیا ہے، تحصیل رستم کے عوامی اور سماجی حلقوں نے اس سلسلے میں ڈی ای او (فی میل) مردان اور ایڈیشنل اسسٹنٹ کمشنر تحصیل رستم سے فوری نوٹس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔

(روزنامہ مشرق)

پاکستان میں لڑکیاں تعلیم سے محروم

حیدرآباد ہیومن رائٹس واچ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ حکومت پاکستان ملک میں لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد کو تعلیم دینے میں ناکام رہی ہے۔ ان رکاوٹوں میں کم سرمایہ کاری، فیس اور امتیازی سلوک شامل ہیں۔ 111 صفحات پر مشتمل رپورٹ ’’میں اپنی بیٹی کو روٹی دوں یا تعلیم؟ پاکستان میں لڑکیوں کی تعلیم میں رکاوٹیں‘‘ میں بتایا گیا ہے کہ بہت سی لڑکیاں اس وجہ سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتیں کیونکہ ملک میں سرکاری سکولوں کی قلت ہے۔ پاکستان میں کل آبادی دو سو ملین ہے جس میں سے 5.22 ملین بچے سکول نہیں جاتے ان میں اکثریت لڑکیوں کی ہے۔ 32 فیصد پرائمری سکول جانے کی عمر کی بچیاں سکول نہیں جاتیں جبکہ لڑکوں کی شرح 21 فیصد ہے۔ نویں جماعت تک صرف 13 فیصد لڑکیاں پڑھتی ہیں۔ پاکستانی حکومت کی بچوں کو تعلیم دینے میں ناکامی سے لاکھوں لڑکیوں پر تباہ کن اثرات پڑے ہیں۔ ایچ آر ڈبلیو کے عورتوں کے حقوق کے ڈائریکٹر نے کہا ہے کہ بہت سی لرکیاں جن کا انٹرویو کیا گیا پڑھنے کے لیے بے چین ہیں لیکن وہ تعلیم کے بغیر بڑی ہو رہی ہیں تعلیم انہیں مستقبل میں حق انتخاب دیتی۔ آیچ آر ڈبلیو نے اس رپورٹ کے لیے 209 افراد کے انٹرویو کئے ان میں زیادہ تعداد ان لڑکیوں کی تھی جو کبھی سکول نہیں گئیں اور اپنی تعلیم مکمل کرنے میں بھی ناکام رہی ہیں اور ان کے گھر والوں کے انٹرویو کئے گئے۔ یہ انٹرویو پاکستان کے چاروں صوبوں بلوچستان، کے پی کے، سندھ اور پنجاب میں کئے گئے۔ ایچ آر ڈبلیو کے مطابق لڑکیوں کو تعلیم سے محروم رکھنے میں باقی عوام کے علاوہ حکومت کی سکولوں میں کم سرمایہ کاری، سکولوں کی کمی، سکولوں کی زیادہ فیس اور دیگر اخراجات، جسمانی سزائیں اور لازمی تعلیم کا عدم نفاذ شامل ہیں۔ ایچ آر ڈبلیو نے سرکاری سکولوں اور کم لاگت کے نجی سکول میں پست معیار تعلیم نجی سکولوں میں سرمایہ کاری قواعد وضوابط کا عدم نفاذ اور رشوت کو پایا۔ تعلیمی نظام میں ان عوامل کے علاوہ لڑکیوں کو بیرونی وجوہات بشمول چائلڈ لیبر صنفی امتیاز، کم عمری کی شادی، جنسی ہراسگی، عدم تحفظ اور سکولوں پر حملے تعلیم کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ حکومت پاکستان مستقل طور پر تعلیم میں سرمایہ کاری سفارش کردہ انٹرنیشنل سٹینڈرڈ کے مقابلے میں بہت کم رہی ہے۔ جیسا کہ 2017ء میں مجموعی طور پر ملکی سرمایہ کاری کا 8.2 فیصد تعلیم پر خرچ ہو رہا تھا جو کہ کم از کم چار سے چھ فیصد سفارش کردہ معیار سے کافی نیچے ہے، حکومت تعلیم پر بہت کم سرمایہ کاری کر رہی ہے، سرکاری سکولوں کی تعداد پاکستان کے بڑے شہروں میں بہت کم ہے اس وجہ سے بہت سے بچے مناسب وقت میں محفوظ طریقے سے پیدل سکول نہیں پہنچ پاتے۔ دیہات میں صورتحال اس سے بھی بری ہے وہاں لڑکیوں کے مقابلے میں لڑکوں کے سکول بہت زیادہ ہیں۔

(لالہ عبدالحلیم شیخ)

طالبات کا مطالبات منظوری کیلئے مظاہرہ

بـــونیـــر 15 دسمبر 2018ء کو ضلع بھر میں طالبات کے لئے ہیڈکوارٹر ڈگر میں قائم واحد ڈگری کالج برائے خواتین کی بی ایس کلاسز کی طالبات نے سیکنڈ سمیسٹر امتحان میں شامل ہونے کیلئے کالج کے سامنے سڑک پر شدید احتجاج کرتے ہوئے مین سڑک کو ہر قسم کی ٹریفک کیلئے بند کر دیا اور کالج انتظامیہ پر ان طالبات کا ایک سال خراب کرنے کا الزام لگاتے ہوئے کہا کہ شروع ہونے والے بی ایس کے سمیسٹر دوم کے امتحان میں ہر صورت شامل کرنے کا مطالبہ کیا۔ مشتعل مظاہرین سے ضلع نائب ناظم یوسف علی خان نے پیر تک احتجاج ملتوی کر کے سڑک کھولنے کی درخواست کی تو طالبات نے اس شرط پر سڑک کھولنے پر رضامندی ظاہر کر دی کہ پیر کو ضلع ناظم، نائب ناظم، ڈی سی بونیر کالج آکر انکا مسئلہ حل کرنے میں ساتھ دیں گے اور پیر کو مطالبہ پورا نہ ہونے پر پھر سڑک بند کر دی جائے گی، یقین دہانی پر طالبات نے سڑک کھول دی اور پرامن طور پر منتشر ہو گئیں۔

(روزنامہ مشرق)

گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کی طالبات سراپا احتجاج

بـونیـر 10 دسمبر 2018ء کو گورنمنٹ گرلز ہائی سکول مٹوانی دیوانہ بابا کی طالبات کلاسوں کا بائیکاٹ کر کے مین روڈ پر نکل آئیں، ممبران اسمبلی، محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام اور ناظمین کے خلاف احتجاج کیا اور نعرہ بازی کی، گورنمنٹ گرلز ہائی سکول مٹوانی واحد سکول ہے جس کا کاغذات میں راستے کا کوئی ذکر نہیں ہے، اساتذہ اور طالبات سکول جانے کیلئے جو راستہ استعمال کر رہے ہیں وہ بارش کی وجہ سے جانے کے قابل نہیں رہتا اور جب بھی بارش برستی ہے تو سکول کی طالبات احتجاج کرنے پر مجبور ہوتی ہیں، گزشتہ روز خراب راستہ کی وجہ سے سکول بند رہا، طالبات کا قیمتی وقت ضائع ہو گیا جس کی وجہ سے سینکڑوں طالبات نے مین شاہراہ پر ایک بار پھر احتجاج کیا تاہم پولیس نے موقع پر پہنچ کر طالبات کو سڑک بنانے کی یقین دہانی کرادی۔

(روزنامہ آج)

طالبعلم کمرہ جماعت کے اندر قتل

ایبـــٹ آبـــاد 13 دسمبر 2018ء کو ایف جی بوائز پبلک سکول ایبٹ آباد میں نویں جماعت کے طالبعلم کو اس کے ہم جماعت طالبعلم نے معمولی تکرار پر کمرہ جماعت کے اندر فائرنگ کر کے قتل کر دیا، پولیس نے ملزم طالبعلم کو گرفتار کر لیا، طالبعلم سکول کے اندر کمرہ جماعت میں پستول کیسے ساتھ لے گیا، شملہ ہل روڈ پر ڈگی محلّہ کے قریب واقع ایف جی بوائز پبلک سکول ایبٹ آباد کے نویں جماعت کے طالبعلم حیدر علی ولد وسیم قیصر سکنہ بانڈہ سنجلیاں نے معمولی تکرار پر کمرہ جماعت کے اندر اپنے ہم جماعت طالبعلم عثمان شبیر ولد محمد شبیر سکنہ چکوال حال بلوچ سنٹر ایبٹ آباد کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا، کمرہ جماعت میں قتل سے بھگدڑ مچ گئی واقعے کی اطلاع پر پولیس نفری موقع پر پہنچ گئی پولیس تھانہ سٹی نے ملزم طالبعلم حیدر علی سکنہ بانڈہ سنجلیاں کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کر کے اسے گرفتار کر لیا۔

(روزنامہ آج)

صحت

ہسپتال کی سٹی سکین مشین خراب

پشاور 3 دسمبر 2018ء کو خیبر ٹیچنگ ہسپتال پشاور میں سٹی سکین مشین دو ہفتوں سے خراب ہونے کے باعث مریضوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے، ہستپال میں سہولت نہ ہونے کے باعث مریضوں کو ہستپال سے باہر نجی سٹی سکین کے تشخیصی ٹیسٹوں کیلئے بھیجا جا رہا ہے جس سے شدید تکلیف میں مبتلا مریض دوہرے عذاب کا شکار ہو رہے ہیں، بتایا جا رہا ہے کہ مذکورہ سٹی سکین مشین 2008ء سے قبل کی ہے جو کہ پبلک پراؤیٹ پارٹنر شپ کے تحت اینڈومنٹ فنڈ سے لگائی گئی تھی جو اس وقت تین شفٹوں میں کام کر رہی ہے، روزانہ 60 سے 70 مریضوں کے سٹی سکین ٹیسٹ کئے جا رہے ہیں جس میں ادارہ جاتی پریکٹس کے تحت دیکھے جانے والے مریضوں کی تعداا لگ ہے جس سے سٹی سکین مشین ضرورت سے زائد مریضوں کے رش کے باعث جواب دے گئی ہے، انتظامیہ نے بھی سٹی سکین مشین سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے کہ اس مشین کا تعلق ہسپتال سے نہیں، صرف اس پر مریضوں کو مارکیٹ کی نسبت ارزاں ٹیسٹ کی سہولت حاصل ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

پولیو قطرے پینے سے بچی جاں بحق

ہری پور 13 دسمبر 2018ء کو پولیو قطرے پینے سے دو ماہ کی بچی زینب جاں بحق ہوگئی، والدہ کے الزام کے بعد ہسپتال ذرائع کے کہنا ہے کہ پولیو قطرے جان لیوا نہیں ہوسکتے، بچی کو پہلے سے قے اور دست کی شکایت تھی، ذرائع کے مطابق غازی کے علاقے میں پولیو ٹیم نے گھر گھر قطرے پلانے کی مہم کے دوران تصدق حسین نامی شخص کی دو ماہ کی بچی کو بھی پولیو قطرے پلائے اور ٹیم واپس چلی گئی جس کے بعد بچی کی حالت غیر ہوگئی جسے ہسپتال پہنچایا گیا مگر وہ جانبر نہ ہوسکی، بچی کے والد تصدق حسین سے رابطہ کرنے پر انہوں نے کہا کہ بچی پلیو قطرے پینے سے جاں بحق ہوئی ہے، معاملے کی تحقیقات کرائی جائیں، بچی قطرے پینے سے پہلے بیمار نہیں تھی، ہسپتال کے ذمہ دار افسر کے مطابق پولیو قطرے جان لیوا نہیں ہوسکتے، بچی کو پہلے سے قے اور دست کی شکایت تھی۔

(روزنامہ ایکسپریس)

ڈاکٹر کی غفلت سے 6 سالہ بچہ دم توڑ گیا

ڈیرہ اسماعیل خان 11 دسمبر 2018ء کو تحصیل کلاچی کے علاقہ ٹکواڑہ میں عطائی ڈاکٹر کی مبینہ غفلت سے 6 سالہ بچہ دم توڑ گیا، مقامی ذرائع کے مطابق ڈیرہ اسماعیل خان کی تحصیل کلاچی کے علاقہ گڑی ملنگ کے رہائشی سعداللہ ولد عین اللہ کے 6 سالہ بیٹے کو معمولی کھانسی اور بخار ہونے کے سبب بچے کی والدہ اسے ٹھیک ٹھاک حالت میں پیدل ٹکواڑہ کے علاقہ میں واقع مقامی عطائی ڈاکٹر کے کلینک پر لے گئی، ڈاکٹر نے بچے کا طبی معائنہ کرتے ہوئے اسے انجکشن لگا دیا، انجکشن لگائے جانے کے فوری بعد بچے کی حالت غیر ہوگئی اور اس نے کلینک میں ہی تڑپتے ہوئے دم توڑ دیا بچے کی موت کو دیکھتے ہوئے عطائی ڈاکٹر فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا، بچے کے لواحقین اس دوران چیخ و پکار کرتے ہوئے بچے کو گھر لے آئے، اہلیان علاقہ نے عطائی ڈاکٹر کے خلاف شدید احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ مذکورہ عطائی ڈاکٹر جو کہ میٹرک پاس بھی نہیں ہے طویل عرصہ سے علاقہ ٹکواڑہ میں اپنا کلینک کھول رکھا ہے اور مریضوں کا علاج معالجہ کرتے ہوئے بے دریغ انجکشنوں کو استعمال کرتا ہے، عطائی ڈاکٹر نے اپنے کلینک میں لیبارٹری بھی قائم کر رکھی ہے جہاں پر مختلف اقسام کے ٹسٹ بھی کئے جاتے ہیں، لواحقین کے مطابق عطائی ڈاکٹر کے ہاتھوں اب تک پانچ بچے اپنی قیمتی جانوں سے ہاتھ دھو چکے ہیں، لیکن اس عطائی ڈاکٹر کے خلاف اب تک کوئی کارروائی نہیں کی گئی ہے، بچے کے لواحقین نے حکومت اور متعلقہ اداروں سے عطائی ڈاکٹر کے خلاف فوری سخت کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔

(روزنامہ مشرق)

نائب قاصد نے خاتون مریضہ کا آپریشن کر ڈالا

سوات 19 دسمبر 2018ء کو خیبر ٹیچنگ ہسپتال میں سکیورٹی گارڈ کی جانب سے ڈاکٹر بن کر مریضوں کے معائنے کے واقعہ کے بعد کرک میں نائب قاصد نے سرجن بن کر خاتون مریضہ کا آپریشن کر ڈالا، وڈیو وائرل ہونے کے بعد حکومت نے واقعہ کا نوٹس لیتے ہوئے تحقیقات کیلئے کمیٹی تشکیل دیدی، کمیٹی کو سات دن کے اندر رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، محکمہ صحت کی جانب سے جاری اعلامیہ کے مطابق متعلقہ ہسپتال میں مبینہ طور پر کلاس فور ملازم رؤف کی جانب سے گائنی او ٹی مین خاتون مریضہ کے آپریشن کی وڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہونے اور خاتون میڈیکل آفیسر ڈاکٹر صوفیہ سجاد کی ڈیوٹی سے غیر حاضری کا نوٹس لیا گیا ہے۔

(روزنامہ آج)

ڈیڑھ لاکھ آبادی کیلئے صرف دو ڈسپنسریاں

پشاور 17 دسمبر 2018ء کو نوتھیہ قدیم میں ڈیڑھ لاکھ آبادی کیلئے موجود دو ڈسپنسریز بھی ادویات کی کمی کے مسئلے سے دوچار ہوگئیں، علاقہ مکینوں نے بتایا کہ صغریٰ دیار ہسپتال کو ضلعی حکومت فنڈز نہیں دے رہی جبکہ یہاں کے رہائشی دور دراز علاقوں میں جانے پر مجبور ہیں، عمائدین نے بتایا کہ ہم کینٹ کے ہسپتال جاتے ہیں تو ہم سے 200 روپے وصول کئے جاتے ہیں اور کینٹ کے رہائشی افراد سے 50 روپے لئے جاتے ہیں، مشران نے مطالبہ کیا کہ صغریٰ دیار ہسپتال کیلئے فنڈز فراہم کئے جائیں اور لوگوں کو مقامی سطح پر صحت کی سہولتیں فراہم کی جائیں۔

(روزنامہ مشرق)

7 ہزار معذور افراد سہولیات سے محروم

باجوڑ باجوڑ میں 7 ہزار خصوصی افراد کیلئے کوئی سپیشل ایجوکیشن کمپلیکس موجود نہیں، سابق گورنر مہتاب عباسی نے 2014ء میں ایک کروڑ فنڈ دینے کا اعلان کیا تھا مگر وہ صرف اعلان تک محدود رہا، ہر سال 3 دسمبر کو خصوصی افراد کے عالمی دن کے موقع پر خصوصی افراد کیلئے اعلانات ہوتے ہیں مگر وہ صرا اعلانات تک ہی محدود رہ جاتے ہیں، باجوڑ میں اب تک محکمہ سوشل ویلفیئر سے 3995 خصوصی افراد نے معذوری کے سرٹیفکیٹ وصول کئے ہیں، ضلع باجوڑ میں خصوصی افراد کی بحالی کیلئے کام کرنے والی سماجی شخصیت حضرت ولی شاہ کے مطابق ضلع باجوڑ میں خصوصی افراد کی تعداد 7 ہزار سے زائد ہے جن کیلئے کوئی سپیشل ایجوکیشن کمپلیکس موجود نہیں ہے۔

(روزنامہ آج)

زہریلی غربت

آئی۔اے۔رحمان

لوگوں کو ہمیشہ اس بات پر شک رہا ہے کہ 2001 میں غربت کی شرح 64 فیصد شرح سے 2014 میں 30 فیصد تک جو کمی آئی ہے وہ ملک بھر میں یکساں تھیں۔ ورلڈ بینک کی حالیہ رپورٹ

When Water Becomes a Hazard: A Diagnostic Report on the State of Water Supply, Sanitation and Poverty in Pakistan and its Impact on Child Stunting

میں شامل شہری اور دیہی علاقوں کے حالات میں تضادات بااختیار افراد کو نیند سے جگانے کے لیے کافی ہیں۔

اس رپورٹ کے مطابق 'غربت کی سطحوں میں علاقائی لحاظ سے' اور 'غربت میں کمی کی رفتار کے لحاظ سے' شدید تضادات پائے گئے ہیں۔ گزشتہ ڈیڑھ دہائی کے دوران غربت میں سب سے زیادہ کمی خیبر پختونخوا میں آئی، اس کے بعد پنجاب اور سندھ میں کمی واقع ہوئی، لیکن ملک کے غریب ترین صوبے بلوچستان میں 2014ء میں شرح غربت 57 فیصد تھی۔

لیکن نہ یہ حقیقت اور نہ ہی یہ انکشاف حیرت کا باعث ہونا چاہیے کہ دیہی علاقے شہری علاقوں سے غربت اور بنیادی سہولیات (صحت و تعلیم) تک رسائی میں پیچھے ہیں، بلکہ اصل حیرانی تو اس پر ہونی چاہیے کہ زیادہ آمدنی والے ضلعوں میں بھی انتہائی غربت والے علاقے موجود ہیں اور اس پر بھی حیرانی بنتی ہے کہ 'وہ ضلعے جن میں لاہور، راولپنڈی اور فیصل آباد جیسے بڑے شہر موجود ہیں، ان میں ضلعوں کے اندر عدم مساوات چھوٹے ضلعوں کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔'

اس رپورٹ کی توجہ کا مرکز 'بچوں میں غذائیت کی کمی خاص طور پر بچوں کی نشونما رک جانے، غربت اور پانی و صفائی کی سہولیات کے درمیان تعلق' پر ہے اور یہ اس تباہی سے پردہ اٹھاتی ہے جو پینے اور دیگر ضروریات کے لیے صاف پانی کی عدم دستیابی سے آ رہی ہے۔ پانی، نکاسی آب اور صفائی کی سہولیات (WASH سہولیات) تک پہلے سے زیادہ رسائی کی وجہ سے کھلے عام رفع حاجت میں کمی ہوئی ہے، جو 05-2004 میں 29 فیصد سے 15-2014 میں گھٹ کر 13 فیصد رہ گئی ہے۔ رپورٹ اس بہتر صورتحال پر روشنی ڈالنے کے بعد آبی آلودگی روکنے میں شدید ناکامی کا ذکر کرتی ہے۔

دیہی علاقوں کی واش سہولیات تک رسائی شہری علاقوں کی نسبت کافی کم ہے اور 'سرکاری شعبہ دیہی علاقوں میں پائپ کے ذریعے پانی تقریباً نہ ہونے کے برابر پہنچاتا ہے۔'

انسانی فضلے یا آلودہ پانی کی انتظام کاری میں ناکامی دیہی پاکستان میں عوام کی صحت کے لیے ایک شدید خطرہ ہے۔ دیہی پنجاب میں تقریباً 42 فیصد گھرانے، دیہی خیبر پختونخوا میں 60 فیصد اور دیہی سندھ و بلوچستان میں 82 فیصد گھرانوں میں نکاسی آب کا نظام برائے نام بھی نہیں ہے۔ رپورٹ کے مطابق 'فضلے سے بھرپور آلودہ پانی زیرِ زمین پانی کے ذخائر میں رس کر داخل ہوجاتا ہے یا پھر بہہ کر زمین پر موجود پانی میں داخل ہوجاتا ہے

دیہی علاقوں کی واش سہولیات تک رسائی شہری علاقوں کی بہ نسبت کافی کم ہے اور 'سرکاری شعبہ دیہی علاقوں میں پائپ کے ذریعے پانی تقریباً نہ ہونے کے برابر پہنچاتا ہے۔'

جس سے دونوں آلودہ ہوجاتے ہیں۔ انسانی فضلے پر مشتمل گندہ پانی زمینوں کو بھی آلودہ کردیتا ہے۔'

رپورٹ اختتام پر کہتی ہے کہ 'فضلے سے آلودہ پانی کی انتظام کاری میں سرمایہ کاری کی کمی اور غیر معیاری ٹوائلٹس میں اضافہ، پاکستان میں غذائیت کی کمی میں سب سے اہم وجہ ہے۔'

رپورٹ میں دیہی پاکستان میں صفائی کی ناکافی سہولیات کی ایک وجہ 2004ء سے 2015ء کے درمیان صوبائی دارالحکومتوں کے لیے وسائل کا ترجیحی طور پر مختص کیا جانا ہے۔ لاہور کے لیے رقم کی فی کس تقسیم پنجاب کے دیگر تمام ضلعوں کی مجموعی اوسط سے 18 گنا زیادہ ہے۔ اس دوران کراچی کے لیے سندھ کے دیگر ضلعوں کے مقابلے میں فی کس 100 فیصد زیادہ رقم مختص کی گئی۔

رپورٹ قوانین کے اعتبار سے کئی تجاویز دیتی ہے جن پر وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کیونکہ شہری اور دیہی علاقوں اور شہری علاقوں کے اندر موجود عدم مساوات شاید اس ملک کا سب سے بڑا مسئلہ ہیں۔

یہ تجاویز کچھ یوں ہیں:

پالیسیوں کی توجہ رسائی بہتر بنانے کے بجائے واش سہولیات کا معیار بہتر بنانے اور انسانی فضلے کی محفوظ انتظام کاری پر ہونی چاہیے۔

صوبائی اور مقامی حکومتوں کی سطح پر ادارہ جاتی ڈھانچوں کو سہولیات کی فراہمی کی ذمہ داری کے حوالے سے ایک جیسا ہونا چاہیے جبکہ اداروں کے درمیان رابطہ کاری کے طریقہ کار کی عدم موجودگی اور مختصر مدتی منصوبہ بندی کی کمی کا تدارک کیا جانا چاہیے۔

خدمات فراہم کرنے والے اداروں کی تکنیکی استعداد بڑھائی جانی چاہیے۔

پانی کی فراہمی و نکاسی آب کے شعبوں کی مانیٹرنگ کی جائے اور کارکردگی جانچنے کے معیارات مرتب کیے جائیں۔

پانی کے معیار کو فوری طور پر بہتر بنایا جائے۔

سب سے زیادہ ضرورت مند علاقوں کو وسائل کی فراہمی بہتر بنانی چاہیے اور اس شعبے پر سالانہ قومی اخراجات کو مجموعی قومی پیداوار (جی ڈی پی) کے 1.4 فیصد تک لایا جانا چاہیے۔

جہاں ہمیں ورلڈ بینک کا یہ یاد دلانے کے لیے شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ بچوں کی صحت کو کیا خطرات لاحق ہیں اور قوم کو آگے لے جانے میں ذہنی اور جسمانی طور پر ناکام بچوں کی نسل پروان چڑھانے کے خطرات کیا ہیں، یا یہ کہ جدید دنیا کے کیا چیلنجز ہمارے منتظر ہیں، وہیں اس رپورٹ کا موضوع اور اس کے انکشافات ہمارے لیے نئے نہیں ہیں۔ کئی پاکستانی ماہرینِ اقتصادیات اور سماجی کارکنوں نے مختلف اوقات اور مختلف طریقوں سے علاقوں کے اندر اور علاقوں کے مابین عدم مساوات کی نشاندہی کی ہے اور دیہی علاقوں کے عوام کا معیارِ زندگی بہتر بنانے کے لیے خصوصی کوششوں کے مطالبات کیے ہیں۔

یہ انکشاف بھی نیا نہیں ہے کہ شہروں کی جانب منتقلی، غربت میں کمی اور پانی کی فراہمی اور نکاسی آب و صفائی کی سہولیات تک رسائی کے درمیان مضبوط تعلق ہے۔

کئی دہائیوں قبل ریاست کی جانب سے ترقی کا معیار اس کی آبادی، بشمول شہروں سے باہر رہنے والی آبادی کی شہری سہولیات مثلاً پینے کے لیے محفوظ پانی، بجلی، گھر سے نزدیک اسکول، بنیادی طور پر ضروری طبی سہولیات اور فائدہ مند ملازمت کے مواقع تک رسائی سے ناپا جاتا تھا۔ پاکستان کے لیے یہ ماڈل اکثر تجویز کیا جاتا ہے کیونکہ یہ شرحِ پیدائش، نومولود بچوں اور ماؤں کی اموات اور شہروں کی جانب منتقلی میں کمی کی یقین دہانی کرواتا ہے۔ مگر شہروں کی جانب منتقلی اور خدمات کی بہتر فراہمی بھی پاکستان کے شہریوں کی غربت میں کمی اور پانی اور صحت و صفائی کی سہولیات تک رسائی ایک حد تک بہتر بنا سکتی ہے۔

ملک بھر کی آبادی کو غربت سے نجات دلانے اور آلودہ پانی استعمال کرنے کے خطرات سے چھٹکارہ دلانے کو یقینی بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ لوگوں کو زمین کی غیر منصفانہ ملکیت کے طریقوں، جاگیرداری کلچر اور سرپرستانہ نظام کا خاتمہ فوری طور پر کیا جائے۔

ان سمتوں میں بامعنی ترقی کے بغیر پاکستانی آبادی کا ایک بڑا حصہ بڑھتی ہوئی غربت، شہری کچی آبادیوں میں رہنے اور ملکی ترقی میں خواتین کے کردار کو نہ پہچاننے اور بچوں کی نشونما رک جانے میں پھنسا رہے گا۔

(بشکریہ: ڈان اردو)

گلگت بلتستان، انسداد دہشت گردی ایکٹ اور انسانی حقوق کے کارکنان

ذوالفقار حسین ایڈووکیٹ

گلگت بلتستان کے قومی سوال کے بارے میں راقم نے دو موضوعات پہلے بھی تحریر کیے ہیں جن میں اس خطے کے قومی مسلئے کی وجوہات اور اس مسلئے کا ممکنہ حل کی. تاریخی پس منظر میں وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اب اس موضوع کے اوپر مزید بحث کرنا کہ یہ خطہ متنازعہ ہے یا نہیں، پاکستان کا حصہ ہے یا نہی، ایک غیر ضروری بحث بن چکی ہے ان سوالوں کے جوابات 70 سالہ، قومی شناخت کے بحران، پسماندگی، غربت جہالت، صحت کی سہولیات کی عدم دستیابی تعلیمی اداروں کا فقدان اور رائج غیر معیاری نصاب تعلیم جو تخلیق کا باعث بننے کی بجائے معاشرے میں رائج جمود کو برقرار رکھنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

اظہار رائے پر پابندی، الحاق کے ٹوپی ڈرامے، ہماری منفرد غیر آزاد متنازعہ سیاسی حیثیت، قومی اور عوامی حقوق کی جدو جہد کرنے والے سیاسی کارکنان پر انسداد دہشت گردی ایکٹ کا استعمال، کی تاریک تاریخ کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں، اس خطے کی مظلوم اور محکوم عوام کی 70 سالہ پر آشوب تاریخ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس خطے کو اپنا اٹوٹ انگ اور اپنے سر کا تاج کہنے والے "انوکھے مسیحا" اس خطے کے قومی مسلئے کو حل کرنے کی بجائے اس خطے کو اسی طرح متنازعہ اور پسماندہ رکھ کر یہاں کے وسائل کو لوٹنا چاہتے ہیں، آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں مذکورہ بالا سوالات کی بھول بھلیوں سے آگے بڑھ کر قومی شناخت کی بنیاد پر مسئلہ کشمیر کے حل کی، اس خطے کی پسماندگی کو ختم کرنے کی عملی جدوجہد میں حائل انسداد دہشت گردی ایکٹ اور رائج عوام دشمن پالیسیوں، کی حقیقت اور مقاصد پر بھی توجہ دیں، اس تحریر کا مقصد ان قوانین اور پالیسیوں کے تناظر میں ریاستی کردار کو سمجھانا ہے۔ ریاست ہمیشہ سے ایک مخصوص طبقے کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے جس طبقے کا معیشت پر کنٹرول ہوتا ہے اور اسی معاشی طاقت کی بنیاد پر سیاسی طاقت بھی اس طبقے کے پاس ہوتی ہے جس کی بنیاد پر یہ مخصوص اقلیتی طبقہ اپنے مفادات کو نہ صرف قانونی تحفظ دیتا ہے بلکہ ایسے قوانین بھی بناتا ہے جن کے ذریعے یہ طبقہ اپنی قائم کی ہوئی سیاسی و معاشی آمریت کے خلاف عوامی جدوجہد کو بھی دبایا جا سکے، انسداد دہشت گردی ایکٹ اور نیشنل ایکشن پلان ان قوانین کی مثال ہیں۔

انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 میں بنایا گیا تھا جس کا مقصد پاکستان میں دہشت گردی کی روک تھام تھا/ اس قانون کا اطلاق، ان افراد اور تنظیموں پر ہوتا ہے جو دہشت گردی اور مسلکی و مذہبی منافرت پھیلاتے ہیں یا پھر دہشت گردی اور، مذہبی و مسلکی منافرت پھیلانے کا ذریعہ بنتے ہیں، یہ قانون دہشت گردی کا سد باب کرنے میں کامیاب ہوا یا نہیں اس کا اندازہ اول تو اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان کو G7 گروپ کی بنائی گئی عالمی تنظیم مالیاتی ایکشن ٹاسک فورس FATF نے جون 2018 میں LIST GREY میں شامل کر دیا ہے، اس لسٹ میں ان ممالک کو شامل کیا جاتا ہے جو دہشت گردوں کی پشت پناہی

> انسداد دہشت گردی ایکٹ گلگت بلتستان میں بھی نافذ العمل ہے، متنازعہ خطہ ہونے کی وجہ سے یہاں پر انسداد دہشت گردی ایکٹ کی قانونی حیثیت پر سوالیا نشان ہے البتہ اس خطے میں ابھرتی ہوئی قومی تحریکوں کو دبانے کے لئے ایسے قوانین کے استعمال میں خوفناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔

اور ان دہشت گردوں کو مالی امداد بھی مہیا کرتی ہیں، دوئم اس بات سے بھی کہ پاکستان میں بہت سے دہشت گرد اور دہشت گرد تنظیموں نے الیکشن 2018 میں حصہ بھی لیا، البتہ اسی ایکٹ کا ترقی پسند سیاسی کارکنان پر، انسانی حقوق کی پامالی کے خلاف آواز اٹھانے والوں پر بے دریغ استعمال کیا گیا جن میں سے چند واقعات کی نشاندہی انسانی حقوق کی عالمی تنظیم نے اپنی جاری کردہ رپورٹ سال 2017-2018 میں بھی کی ہے۔

انسداد دہشت گردی ایکٹ گلگت بلتستان میں بھی نافذ العمل ہے، متنازعہ خطہ ہونے کی وجہ سے یہاں پر انسداد دہشت گردی ایکٹ کی قانونی حیثیت پر سوالیا نشان ہے البتہ اس خطے میں ابھرتی ہوئی قومی تحریکوں کو دبانے کے لئے ایسے قوانین کے استعمال میں خوفناک حد تک اضافہ ہوا ہے جن کے نفاذ میں "ووٹ کو عزت دو" جیسے کھوکلے نعرے لگانے والی نام نہاد جمہوریت پسند جماعت کی ہی حکومت برابر کی شریک ہے، اس کی واضح مثال گزشتہ ماہ انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت طلبا، وکلا اور اساتذہ سمیت بہت سے سیاسی کارکنوں کو اس لئے شیڈول 4 میں شامل کیا گیا کہ وہ صحت کے نظام کی درستگی، پانی، بجلی، سڑکوں کی تعمیر، عوامی زمینوں کی بندر بانٹ اور قومی سوال جیسے معاملات پر آواز اٹھاتے تھے، یاد رہے کہ شیڈول 4 انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت ایک شیڈول ہے جس میں شامل کردہ افراد کی تمام سرگرمیوں پر نظر رکھی جاتی ہے، ان کے شناختی کارڈ سمیت بنک اکاؤنٹس تک بلاک کر دئے جاتے ہیں، ان کی سیاسی اور سماجی زندگی کو مفلوج کر دیا جاتا ہے الغرض ریاست عوامی حقوق کے لئے جدوجہد کرنے والے ان سیاسی کارکنوں کو اپنے ہی سماج میں اچھوت بنا دیتی ہے۔

تاکہ کوئی بھی آواز نہ اٹھا سکے اور جو کوئی ان تمام پابندیوں کے بعد بھی قومی اور عوامی حقوق لئے آواز اٹھائے تو ان پر اسی دہشت گردی ایکٹ جیسے کالے قوانین کے تحت جعلی اور خود ساختہ مقدمات بنائے جاتے ہیں تاکہ وہ قومی حقوق اور عوام کے مسائل پر آواز اٹھانے سے دستبردار ہو جائیں اور ریاست کی طرف سے روا رکھے گئے ظلم، جبر اور ناانصافی پر خاموش تماشائی بنے رہیں، اس صورت حال میں پھر سے ریاست پر آس لگائے رکھنا کہ یہ ریاست مسائل کو حل کرے گی اور عوام کی محرومیوں کی دادرسی کرے گی سادہ لوحی کے سوا کچھ نہیں۔

اس خطے کے مستقبل کا فیصلہ یہاں کی عوام نے سیاسی جدوجہد کے ذریعے ہی کرنا ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان عظیم سیاسی کارکنوں کی صفوں میں خود کو شامل کریں جن کو قومی اور عوامی حقوق کی آواز بلند کرنے کے جرم میں انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت یا تو پابند سلاسل کیا گیا یا پھر اسی دہشت گردی ایکٹ کے تحت شیڈول 4 میں شامل کر کے ان کے بنیادی انسانی حقوق تک سلب کر لئے گئے ہیں ہمیں ان سیاسی کارکنوں کے ساتھ مل کر نئے عزم، تنظیمی ڈسپلن اور عوامی طاقت سے اس خطے کی تعمیر و ترقی اور قومی مسلئے کے حل کی جدوجہد میں مصروف عمل ہونے کی ضرورت ہے اور اس جدوجہد کے ذریعے ان تمام قوانین کی بھی مخالفت کریں جن کے ذریعے عوامی نمائندوں کی آواز کو دبایا جاتا ہے، تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اس طرح کے غیر جمہوری اور غیر انسانی قوانین کے ذریعے زیادہ دیر تک عوامی مزاحمت کو دبایا نہیں جا سکتا ہے وہ وقت دور نہیں کہ جب یہ عوام اس ریاست سے اپنے اوپر ہونے والے ایک ایک جرم کا حساب لے گی۔

بابا جان کون ہے

واجد علی آزاد

گذشتہ پندرہ بیس سالوں سے سیاسی اور سماجی کارکن کی حیثیت سے عوامی حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ 1999 میں جب وہ ڈگری کالج گلگت میں زیر تعلیم تھے تو اس وقت ان کو طلبہ سیاست کا موقع ملا۔ ان کو معلوم ہوا کہ ان کے گاؤں ناصر آباد میں سنگ مرمر کا پہاڑ ایک کمپنی کو ٹھیکے پر دیا گیا ہے۔ یہ سن کر وہ گاؤں پہنچ گئے اور گاؤں کے لوگوں کو ان کے حقوق کے لئے متحرک کیا۔ انہوں نے اس کمپنی کو وہاں کام کرنے نہیں دیا یہاں تک کہ وہ کمپنی واپس چلی گئی اور دوسری کمپنی آئی ان کا بھی بابا جان سے سامنا ہوا۔ بابا جان نے لوگوں کی مدد سے تحریک کو منظم کیا اور اس کمپنی کو بھی کام کرنے نہیں دیا۔ بابا جان کا کہنا ہے کہ جب تک کوئی کمپنی گاؤں کے لوگوں کو برابر کا پارٹنر نہیں بنائے گی وہ کمپنی گاؤں کے ملکیتی معدنیات کو اٹھا کر نہیں لے جاسکتی۔ انہوں نے گاؤں کے لوگوں کو سمجھایا کہ وہ پشتنی و غیر پشتنی باشندوں کے جھگڑے سے نکل کر اپنے حقوق کے لئے متحد ہو جائیں۔ گاؤں کے لوگوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے قدرتی معدنیات سے خود ہی استفادہ کرنے کا عہد کیا۔ اس مقصد سے گاؤں کے لوگوں نے ایک تنظیم بھی بنالی اور اس کے ذریعے معدنیات سے استعفادہ کرنے پر کام جاری ہے۔ بابا جان ان قدرتی وسائل کو بچانے کے لئے ہر فورم پر گئے اور عدالت کا دروازہ بھی کھٹکھٹایا۔

بعد ازاں بابا جان نے گاؤں کے لوگوں کی مدد سے گاؤں کی ملکیتی زمین کو 44 کے قریب با اثر افراد کے قبضے سے آزاد کرایا اور اس زمین کو فی گھرانہ 17 مرلے کے حساب سے گاؤں کے غریب افراد میں تقسیم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس دوران ان کو مار پیٹ ، ایف آئی آرز اور دیگر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر وہ نہیں گھبرایا اور ہر ظالم کے سامنے سیسہ پلائی دیوار کی مانند کھڑا رہا۔ اُن دنوں بابا جان اپنے سوشلسٹ نظریات اور ہنزہ کے حکمران خاندان سے فطری ٹکر کی وجہ سے پی پی پی کا ہمنوا بن گیا۔ وہ پہلے پی ایس ایف اور بعد ازاں پی وائی او ہنزہ کا صدر رہا۔

اسی دوران لیبر پارٹی گلگت بلتستان کے آرگنائزر احسان ایڈوکیٹ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ احسان ایڈوکیٹ نے ان کو 2003 میں لیبر پارٹی کے زیر اہتمام خیبر پختونخوا میں منعقد ہونے والے ایک کنونشن میں شرکت کی دعوت دی جو بابا جان نے قبول کی اور ان کے ساتھ اس کنونشن میں شرکت کی۔ چونکہ بابا جان پہلے ہی سوشلسٹ نظریات کے حامی تھے اس لئے ان کو لیبر پارٹی میں بڑی کشش نظر آئی۔ لیبر پارٹی پاکستان نے جب معاشرے میں مظلوم اور پسے ہوئے طبقات کی ترجمانی کی تو بابا جان کے لئے یہ باتیں دلچسپی سے خالی نہیں تھیں۔ بابا جان اکثر بتاتے ہیں کہ ان کو جب یہ پتہ چلا کہ لیبر پارٹی مظلوموں کی بات کرتی ہے، خواتین کو مردوں سے کم تر نہیں سمجھتی ہے، مزدوروں اور پسے ہوئے طبقات کے معاشی اور سیاسی حقوق کی بات کرتی ہے تو وہ اس پارٹی سے بہت متاثر ہوئے۔

وہاں سے واپسی پر انہوں نے 2004 میں پی پی پی کو خیر باد کہا اور پروگریسو یوتھ فرنٹ بلورستان کی بنیاد رکھی۔ یہ سوشلسٹ نظریات رکھنے والی گلگت بلتستان کے نوجوانوں کی پہلی تنظیم تھی۔ اس تنظیم کی مدد سے انہوں نے گلگت بلتستان اور بالخصوص ہنزہ کے نوجوانوں کو ان کے حقوق کے حصول کے لئے متحد کرنا شروع کیا۔ وہ ہر عوامی مسلے پر اس تنظیم کے پلیٹ فارم سے آواز اٹھاتے رہے۔ انہوں نے سینکڑوں مرتبہ ہنزہ اور گلگت بلتستان کے مختلف مسائل پر جلسے جلوس اور احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کیا، اس دوران ان پر لاٹھی چارج اور مقدمات بنتے رہے مگر وہ ثابت قدم رہے۔ عوامی حقوق کے لئے چندہ جمع کر کے عدالتوں میں مقدمات کی پیروی کرتے رہے۔ عوامی مسائل کے حل کے لئے ہر فورم کا دوراز ہ کھٹکھٹایا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم گلگت بلتستان کو ایک فرقہ پرست سماج سے ترقی پسند سماج میں تبدیل کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھیں گے۔ 2004 میں ہی انہوں نے ہنزہ سے ضلع کونسل کا الیکشن لڑا اور 894 ووٹ لیکر دوسرے نمبر پر رہے۔ جبکہ ان کے مدمقابل امیدوار 924 ووٹ لے کر کامیاب ہوئے۔ بابا جان اپنے مخالف امیدوار پر دھاندلی کا الزام لگا کر عدالت گئے مگر عدالت سے فیصلہ آنے سے پہلے ضلع کونسل کی مدت ختم ہوگی۔

بابا جان پروگریسو یوتھ فرنٹ کے پلیٹ فارم سے بھاشا ڈیم نام مخالف تحریک میں پیش پیش رہے۔ وہ اور ان کے ساتھیوں نے اس غرض سے جب ایک احتجاجی مظاہرہ کیا تو پارک ہوٹل گلگت کے سامنے ان پر پولیس نے بہیمانہ تشدد کیا اور کئی افراد کو کینٹ تھانے کے حوالات میں بند رکھا۔ مگر بابا جان اور ان کے ساتھیوں کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔

2005 کی فرقہ وارانہ کشیدگی میں انہوں نے لیبر پارٹی کی مدد سے گلگت میں امن کانفرنس رکھا اور لوگوں کو پیغام دیا کہ وہ امن کا دامن تھامے رکھیں اور فسادات کی بجائے مل کر اپنے حقوق کے لئے کام کریں۔

2005 میں ہی وہ گلگت بلتستان کی قوم پرست اور ترقی پسند جماعتوں کے اتحاد جی بی ڈی اے کا حصہ بنے اور متعدد جلسوں اور جلوسوں میں اپنی پر جوش تقریروں کی وجہ سے نوجوانوں میں مقبول ہوگئے اور سینکڑوں نوجوان ان کی تنظیم کا حصہ بن گئے۔

وہ سوست ڈرائی پورٹ سے میر فیملی کو بے دخل کرانے کی تحریک میں بھی پیش پیش رہے۔ اس دوران وہ جلسہ جلوس کرتے رہے۔ انہوں نے ہنزہ کے لئے قانون ساز اسمبلی میں اضافی نشست کی بات 2001 سے کرنا شروع کی تھی جس کے لئے انہوں نے متعدد بار احتجاجی مظاہرے کیے اور ان پر مقدمات بھی بنتے رہے۔

4 جنوری 2010 کو سانحہ عطاء آباد کے بعد متاثرین کے حقوق کی تحریک میں ان کا اہم کردار رہا۔ حکومتی وعدوں کی تکمیل کے لئے انہوں نے اس سانحہ کے بعد تین مہینے انتظار کیا مگر کوئی سبیل نظر نہیں آئی۔ انہوں نے اپنی تنظیم کے پلیٹ فارم سے کراچی، لاہور اور اسلام آباد پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرے اور پریس کانفرنسز کروائیں جس کے نتیجے میں قومی میڈیا اس مسئلے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس وقت کے وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے جب ہنزہ کا دورہ کیا اور بے نظیر لنگر کا افتتاح کیا تو بابا جان اور ان کے ساتھیوں نے وزیر اعظم کے خلاف نعرے لگایا اور لنگر اٹھا کر پھینک دیا۔ کیونکہ ان کا کہنا تھا ہم بھکاری نہیں ہیں ہمیں ہمارا حق دیا جائے۔ پھر متاثرین کو لے کر انہوں نے جھیل کی طرف لانگ مارچ کیا جس پر ان کے اوپر لاٹھی چارج ہوا اور مقدمات بنائے گئے۔ چونکہ مشتعل مظاہرین نے پی پی پی کا جھنڈا جلایا تھا اس لئے ان پر غداری کا بھی مقدمہ درج کیا گیا۔ حالانکہ بابا جان آج بھی کہتے ہیں کہ میں پاکستان سے محبت کرتا ہوں۔ مجھے ملک کے حکمرانوں سے گلہ ہے جنہوں نے ہمیں حقوق سے محروم رکھا ہے۔ ملک سے کوئی گلہ نہیں اس لئے میں ایک ایسی جماعت کا حصہ ہوں جو پاکستان کی وفاقی جماعت ہے میں کسی مقامی جماعت کا حصہ نہیں ہوں۔

11 اگست 2011 کو اس وقت کے وزیر اعلیٰ گلگت بلتستان سید مہدی شاہ کے دورہ ہنزہ کے دوران متاثرین عطا آباد نے احتجاجی مظاہرہ کیا اس دوران پولیس کی فائرنگ سے ایک باپ اور بیٹا جاں بحق ہوئے۔ بابا جان کا کہنا تھا کہ وہ اس وقت نگر میں تھے اور انہیں واقعے کی خبر ملتے ہی وہ ہنزہ روانہ ہوئے۔ جہاں مشتعل مظاہرین پہلے ہی جلاؤ گھیراؤ کر چکے تھے۔ مظاہرین نے جاں بحق ہونے والے باپ اور بیٹا کی لاشوں سمیت شاہراہ قراقرم (کے کے ایچ) پر دھرنا دے رکھا تھا۔ بعد ازاں صوبائی حکومت کے ذمہ داروں کے اس وعدے پر دھرنا ختم ہوا کہ وہ ذمہ دار پولیس والوں کے خلاف کارروائی کریں گے۔

صوبائی حکومت نے ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے 20 دنوں بعد درجنوں مظاہرین پر انسداد دہشت گردی کے قانون کے تحت مقدمات بنائے اور ان کو گرفتار کیا جن میں بابا جان بھی شامل تھے۔ جبکہ اس واقعے میں ملوث پولیس اہلکاروں کو ترقیاں دے کر باعزت ریٹائرڈ کیا گیا۔ حکومت نے اس واقعے کی تحقیقات کے لئے ایک جوڈیشل کمیشن بھی تشکیل دی مگر اس کی رپورٹ تا حال منظر عام پر نہیں آسکی ہے۔

گرفتاری کے بعد اعصاب شکن تفتیشی مراحل سے گزارنے کے بعد بابا جان اور ان کے ساتھیوں کو جیل میں ڈالا گیا۔ وہ جیل میں بھی باز نہیں آئے اور وہاں قیدیوں کے حقوق کی بات کرنا شروع کی۔ ان کے کہنے پر مختلف فرقوں کے قیدی متحد ہوئے اور پہلی دفعہ اپنے حقوق کے لئے مل کر احتجاج کیا اور اپنے حقوق کی بات کی۔ جس کی پاداش میں بابا جان پر جیل کے قیدیوں کو اکسانے کے الزام میں مزید مقدمات قائم ہوئے اور ان کو ڈسٹرکٹ جیل گلگت سے سب جیل گلگت منتقل کیا گیا۔ بابا جان کی رہائی کے لئے پاکستان سمیت دنیا بھر کے مختلف ممالک میں سوشلسٹ، کمیونسٹ، ترقی پسند اور انقلابی سیاسی جماعتوں نے احتجاجی مظاہرے کئے۔

2012 میں ان کو جیل میں پیغام دیا گیا کہ پاکستان کی تین ترقی پسند جماعتیں یعنی لیبر پارٹی پاکستان، ورکرز پارٹی پاکستان اور عوامی پارٹی پاکستان کو ایک دوسرے میں ضم کر کے ایک نئی سوشلسٹ جماعت کی بنیاد ڈالی جارہی ہے۔ بابا جان نے جیل سے خط لکھ کر اس کو سراہا۔ جس کے نتیجے میں عوامی ورکرز پارٹی پاکستان وجود میں آئی اور بابا جان پاکستان سطح پر اس پارٹی کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ یعنی اس کے بعد بابا جان پروگریسو یوتھ فرنٹ کی ذمہ داریوں سے دستبردار ہوئے اور عوامی ورکرز پارٹی کا حصہ بن گئے۔

13 مہینے جیل میں گزارنے کے بعد بابا جان ضمانت پر رہا ہوئے۔ ان کی رہائی پر نوجوانوں نے جشن منایا اور پاکستان بھر میں موجود گلگت بلتستان کے نوجوانوں اور ترقی پسند جماعتوں نے ان کی جدوجہد کو سلام پیش کیا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے نوجوانوں کی سیاسی تربیت کے لئے جگہ جگہ خصوصی نشستوں کا اہتمام کیا۔ وہ اس مقصد سے گلگت بلتستان کے کونے کونے میں گھومتے رہے اور پاکستان کے دیگر شہروں میں موجود گلگت بلتستان کے نوجوانوں سے بھی رابطہ کیا۔ وہ اپنے سوشلسٹ، انقلابی اور غریب پرور نظریات کی وجہ سے نوجوانوں کو اپنی طرف راغب کرنے میں کامیاب ہوئے اور آج بھی گلگت بلتستان کے تمام اضلاع میں ان کے چاہنے والے نوجوان بڑی تعداد میں موجود ہیں جو ان کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔

2013 میں گندم کی سبسڈی کی بحالی کے لئے جب عوامی ایکشن کمیٹی گلگت بلتستان بنی تو بابا جان کو ضلع ہنزہ نگر کی ذمہ داری مل گئی۔ انہوں نے وہاں تاریخی مظاہروں کا اہتمام کیا۔ اور عوامی ایکشن کمیٹی کی تحریک میں پیش پیش رہے۔ جس کے نتیجے میں حکومت نے سبسڈی بحال رکھی۔ 2014 ان کی ضمانت منسوخ ہوئی اور وہ دوبارہ جیل چلے گئے۔ اس دوران انسداد دہشت گردی کی عدالت نے تین مقدمات میں مجموعی طور پر ان کو 71 سال کی سزا سنائی

دوسری دفعہ جیل جانے کے بعد حسب عادت جب انہوں نے ڈسٹرکٹ جیل گلگت میں قیدیوں کو حقوق کے لئے متحد کر کے احتجاج پر اکسایا تو ان کو گاہکوچ جیل منتقل کیا گیا۔ ان کی رہائی کے لئے اور ان کی جدوجہد کو سلام پیش کرنے کے لئے آج بھی پاکستان بھر کے مختلف شہروں میں کانفرنسز منعقد ہوتی ہیں۔ پاکستان اور آزاد کشمیر بھر سے بڑی تعداد میں ترقی پسند لوگ اکثر گاہکوچ جیل جا کر ان سے ملتے رہے۔۔

وہ اس وقت عوامی ورکرز پارٹی جی بی کے صدر اور فیڈرل کمیٹی کے ممبر ہیں۔ انہوں نے گذشتہ گلگت (جی بی) اسمبلی کے عام انتخابات میں جیل میں بیٹھ کر حصہ لیا۔ ان کے چاہنے والے نوجوانوں نے ان کی انتخابی مہم چلائی اور اس مقصد کے لئے خواتین اور جوانوں نے چندہ جمع کیا۔ اور ہنزہ کے حکمران خاندان کے مقابلے میں دوسرے نمبر پر آئے اور 4741 ووٹ لئے۔ جبکہ ہنزہ کے نامی گرامی سیاست دان ان سے پیچھے رہ گئے۔

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
  جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہد حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق 26 اکتوبر سے 25 نومبر تک کے دوران ملک بھر میں 76 افراد نے خودکشی کی۔ خودکشی کرنے والوں میں 33 خواتین شامل تھیں۔ اسی عرصہ کے دوران 59 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچالیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں 19 خواتین شامل ہیں۔ اعداد وشمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 50 افراد نے گھریلو جھگڑوں ومسائل سے تنگ آ کر اور 2 نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہو کر خودکشی کی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26 اکتوبر	محمد حنیف	مرد	22 سال	غیر شادی شدہ	ـ	خود کو گولی مار کر	نصیر خان کلے تخت بھائی مردان	درج	ایکسپریس
26 اکتوبر	مشتاق	مرد	35 برس	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو زخمی کر کے	نئی آباد، حجرہ شاہ مقیم	ـ	نئی بات
26 اکتوبر	نجیب	مر	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	فیصل آباد	ـ	نوائے وقت
27 اکتوبر	حمیرہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	سیالکوٹ	ـ	نوائے وقت
27 اکتوبر	جماعت علی	مرد	ـ	شادی شدہ	ـ	پھندا لے کر	چک 335 ج ب، نواں لاہور	ـ	نوائے وقت
28 اکتوبر	سلمٰی	عورت	26 سال	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	پہاڑی پورہ، پشاور	درج	آج
28 اکتوبر	جنید	مرد	30 برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	سانده، لاہور	ـ	نوائے وقت
28 اکتوبر	بصیر بی بی	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	رانا ٹاؤن، فیروزوالہ	ـ	نوائے وقت
28 اکتوبر	مزمل عباس	مرد	ـ	ـ	ـ	زہر خورانی	چنیوٹ	ـ	نوائے وقت
28 اکتوبر	رضیہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چنیوٹ	ـ	نوائے وقت
28 اکتوبر	ثمینہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	لالیاں	ـ	نوائے وقت
28 اکتوبر	مصباح	خاتون	18 برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	سیالکوٹ	ـ	نوائے وقت
28 اکتوبر	لائبہ	خاتون	19 س	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	جی روڈ، فیروزوالہ	ـ	جنگ
28 اکتوبر	رسولاں بی بی	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کھٹیالہ شیخاں، شیخوپورہ	ـ	جنگ
28 اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	پولو گراؤنڈ، اکوکی	ـ	جنگ
28 اکتوبر	جنید	مرد	30 برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	سانده، لاہور	ـ	جنگ
28 اکتوبر	فرحان	مرد	25 برس	ـ	ـ	پھندا لے کر	راولپنڈی	ـ	ڈان
28 اکتوبر	زاہد	مرد	16 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	مظفر گڑھ	ـ	دنیا
28 اکتوبر	سفیان	مرد	18 برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	رحیم یار خان	ـ	دنیا
29 اکتوبر	آصف	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کوٹ امرت سنگھ، قصور	ـ	جنگ
29 اکتوبر	ـ	مرد	55 برس	ـ	نشہ نہ ملنے کی وجہ سے	پھندا لے کر	لدھیوالا، گوجرانوالہ	ـ	جنگ
29 اکتوبر	ثمینہ بی بی	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	قلعہ دیدار سنگھ	ـ	دنیا
29 اکتوبر	(م)	عورت	17 سال	غیر شادی شدہ	ـ	زہر خورانی	خوازہ خیلہ، تاورگئی، سوات	درج	آج
29 اکتوبر	اسماء آرزو	خاتون	28 برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	نارتھ ناظم آباد، کراچی	ـ	دی نیوز
29 اکتوبر	سلطان علی	مرد	50 برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	پٹیل پارا، کراچی	ـ	دی نیوز
30 اکتوبر	ثمینہ بی بی	خاتون	16 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ہارون آباد، لاہور	ـ	جنگ
30 اکتوبر	عرفان	مرد	40 برس	شادی شدہ	ـ	پھندا لے کر	ہارون آباد، فیصل آباد	ـ	جنگ
یکم نومبر	تنویر	مرد	24 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	شاہدرہ، لاہور	ـ	جنگ
2 نومبر	بلال	مرد	ـ	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خود کو گولی مار کر	جلال پور بھٹیاں، حافظ آباد	ـ	نوائے وقت
2 نومبر	تنزیلا	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	زہر خورانی	گجرات	ـ	دی نیوز
2 نومبر	وقاص	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	خادم آباد، قصور	ـ	نئی بات
2 نومبر	اقصیٰ	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	جڑانوالہ، فیصل آباد	ـ	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
3نومبر	نبیل احمد	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قصور	ـ	جنگ
3نومبر	شائستہ	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	حاجی گگن، قصور	ـ	جنگ
3نومبر	محمد آصف	مرد	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	اوکاڑہ	ـ	جنگ
3نومبر	فخرزمان	مرد	ـ	ـ	ـ	ٹرین تلے آکر	میاں چنوں	ـ	جنگ
3نومبر	ریاض	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	ـ	دی نیوز
3نومبر	بشیر حسین	مرد	ـ	ـ	ـ	خودکوزخمی کرکے	پشاور	ـ	آج
9اکتوبر	حب دارعلی	مرد	18سال	غیرشادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	جمیل ٹاؤن، جھوک قریشی، ڈی آئی خان	درج	آج
10نومبر	زاہداللہ	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکوزخمی کرکر	گل آباد، رستم، مردان	درج	آج
10نومبر	فیض اللہ	مرد	ـ	ـ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مارکر	چارسدہ	ـ	آج
11نومبر	ارشد	مرد	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	نواحی علاقہ گمبت، مردان	ـ	ایکسپریس
11نومبر	شیر فاروق	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	ذہنی معذوری	خودکو گولی مارکر	میرزکئی بھیڑوچ، رستم، مردان	درج	آج
11نومبر	فیض اللہ	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکو گولی مارکر	شیخ آباد، رجڑ، چارسدہ	درج	ایکسپریس
11نومبر	ارشد	مرد	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	گمبت گڑھی کپورہ، مردان	درج	آج
14نومبر	سعیدہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	ذہنی معذوری	پھندالےکر	چھانگامانگا	ـ	دنیا
14نومبر	نذیر احمد	مرد	50برس	ـ	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	قصور	ـ	دنیا
14نومبر	ارم نواز	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	شیخوپورہ	ـ	دنیا
14نومبر	سعدیہ	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	ـ	زہرخورانی	پیپلز کالونی، فیصل آباد	ـ	دنیا
14نومبر	رفیق	مرد	24برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لاہور	ـ	دنیا
14نومبر	وقاص	مرد	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	ـ	دنیا
14نومبر	اللہ دتہ	مرد	ـ	ـ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	ـ	ناصرآباد، چشتیاں	ـ	دنیا
15نومبر	رضوان مسیح	مرد	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ساہیوال	ـ	نوائے وقت
15نومبر	ثناء	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	ـ	دی نیوز
15نومبر	ذوالفقاراحمد خٹک	مرد	ـ	شادی شدہ	ـ	پھندالےکر	آرمرکالونی نمبر2، حکیم آباد، نوشہرہ	درج	آج
15نومبر	فوزیہ بی بی	خاتون	28برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی دابے والی، بھکر	ـ	ایکسپریس
17نومبر	غزالہ بلوچ	خاتون	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	کراچی	ـ	دنیا
17نومبر	انیل	مرد	17برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد	ـ	دنیا
17نومبر	صبا بی بی	خاتون	35برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد	ـ	دنیا
17نومبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رحیم یارخان	ـ	جنگ
18نومبر	ـ	خاتون	27برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندالےکر	پٹھانوالہ، سرائے عالمگیر	ـ	جنگ
18نومبر	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	موضع بادلی، سرائے عالمگیر	ـ	جنگ
18نومبر	شیرآمین	مرد	21سال	غیرشادی شدہ	نشہ کاعادی	خودکو گولی مارکر	کھنڈرخیل، متھرا، پشاور	درج	آج
18نومبر	ـ	مرد	15برس	غیرشادی شدہ	ـ	پھندالےکر	کراچی	ـ	ایکسپریس
20نومبر	ـ	خاتون	22برس	غیرشادی شدہ	ـ	ـ	کوٹ رادھاکشن، قصور	ـ	نوائے وقت
20نومبر	سیماں بی بی	خاتون	52برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہرمیں کودکر	کاندھورنگر، چونیاں	ـ	نوائے وقت
20نومبر	سونیا	خاتون	22برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کوٹ رادھاکشن، قصور	ـ	نوائے وقت
20نومبر	محمد افضل	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	پسرور	ـ	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
23نومبر	مسماۃ مدینہ بی بی	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	خودکوگولی مارکر	زندی علی خیل، بنوں	درج	آج
23نومبر	سمیرا بی بی	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اوکاڑہ	۔	جنگ
23نومبر	عالم بی بی	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	۔	جنگ
23نومبر	الفت بی بی	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جڑانوالہ،فیصل آباد	۔	جنگ
23نومبر	یاسین	مرد	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوجلاکر	محمد پورہ،نوشہرہ ورکاں	۔	جنگ
23نومبر	بنیامین	مرد	23برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع بھوپانوالہ،سمبڑیال	۔	جنگ
24نومبر	جمیلہ	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیاض حیات ٹاؤن، پھولنگر	۔	نئی بات
25نومبر	امجد	مرد	۔	۔	۔	زہرخورانی	فیصل آباد	۔	نوائے وقت

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26اکتوبر	شاہد	مرد	۔	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکوجلاکر	نارتھ آباد، کراچی	۔	دی نیوز
27اکتوبر	انجم	مرد	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	راولپنڈی	۔	دنیا
27اکتوبر	محمد عالم	مرد	35برس	۔	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	نواحی علاقہ گلانوالہ،قصور	۔	دنیا
27اکتوبر	محمد عارف	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قصور	۔	جنگ
27اکتوبر	رافعہ	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرانوالہ	۔	دی نیوز
27اکتوبر	دلاور	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرانوالہ	۔	دی نیوز
29اکتوبر	شہباز	مرد	34	۔	بیروزگاری سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکوگولی مارکر	شیراکوٹ،لاہور	۔	دی نیوز
29اکتوبر	قدرت اللہ	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل اباد	۔	دی نیوز
29اکتوبر	وقاص	مرد	۔	۔	۔	زہرخورانی	جعفرحیات،اوکاڑہ	۔	نوائے وقت
30اکتوبر	خالد	مرد				خودکوجلاکر	فیصل آباد	۔	ایکسپریس
30اکتوبر	ساجد علی	مرد	27برس	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	کاہنہ،لاہور	۔	ایکسپریس
30اکتوبر	محمد اسلم	مرد	35برس	۔	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندالے کر	ہارون آباد	۔	ایکسپریس
30اکتوبر	محمد مظہر	مرد	۔	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	مانانوالہ،لاہور	۔	ایکسپریس
31اکتوبر	محمد افضل	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	۔	نئی بات
31اکتوبر	حب علی	مرد	۔	۔	۔	پھندالے کر	فیصل آباد	۔	نئی بات
31اکتوبر	کاشف	مرد	19برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	۔	دنیا
یکم نومبر	غلام رسول	مرد	45برس	۔	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	سرگودھا	۔	ایکسپریس
2نومبر	رضوان	مرد	۔	۔	۔	بجلی کے تارچھوکر	فیصل آباد	۔	دی نیوز
2نومبر	شیر علی	مرد	32برس	۔	۔	چھت سے کودکر	کراچی	۔	دنیا
3نومبر	فخرزمان	مرد	17برس	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کسووال	۔	نوائے وقت
3نومبر	عالم شیر	مرد	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ساہیوال	۔	نوائے وقت
3نومبر	احمد یار	مرد	21برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ساہیوال	۔	نوائے وقت
4نومبر	محمد حسین	مرد	32برس	۔	۔	خودکوگولی مارکر	پشاور	۔	جنگ
4نومبر	نورین بی بی	خاتون	21برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شجاع آباد،ملتان	۔	جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
5نومبر	روبینہ بی بی	خاتون	22برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	تھہیم والا، مظفر گڑھ	-	ایکسپریس
5نومبر	اقصیٰ	خاتون	22برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	تھہیم والا، مظفر گڑھ	-	ایکسپریس
5نومبر	انعم	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شیخوپورہ	-	ایکسپریس
5نومبر	آصف	مرد	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	چیچہ وطنی	-	ایکسپریس
5نومبر	نبیل اکرم	مرد	-	-	-	پھندا لے کر	ساہیوال	-	ایکسپریس
5نومبر	محمد ایوب	مرد	50مرد	-	-	ٹرین تلے آ کر	ساہیوال	-	ایکسپریس
5نومبر	منزہ بی بی	خاتون	17برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرانوالہ	-	دی نیوز
5نومبر	-	خاتون	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیروزوالہ	-	دنیا
6نومبر	بشریٰ	خاتون	26برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	آغا سرجانی روڈ، پشاور	-	آج
7نومبر	عدیل احمد	مرد	25برس	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	شاہ فیصل کالونی، کراچی	-	دنیا
7نومبر	اویس	مرد	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اقبال پارک، مریدکے	-	دنیا
7نومبر	شازیہ بی بی	خاتون	20برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فیصل آباد	-	جنگ
8نومبر	امتیاز	مرد	19برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	کامونکی	-	جنگ
8نومبر	حمیداں بی بی	خاتون	41برس	شادی شدہ	ذہنی معذوری	نہر میں کود کر	عارفوالہ	-	جنگ
8نومبر	سمیع اللہ	مرد	-	-	-	پھندا لے کر	ہربنس پورہ، لاہور	-	ایکسپریس
8نومبر	امجد	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شیخوپورہ	-	نئی بات
09نومبر	بلقیس بی بی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	-	نئی بات
10نومبر	رفعت بی بی	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو مسائل	پھندا لے کر	جڑانوالہ	-	نئی بات
10نومبر	نادیہ	مرد	30برس	-	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	خود کو جلا کر	بہاولنگر	-	ڈان
10نومبر	رضیہ بی بی	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	صدر، شاہ کوٹ	-	جنگ
10نومبر	مہرین	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	-	دی نیوز
10نومبر	علی	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	فیصل آباد	-	دی نیوز
12نومبر	-	خاتون	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شانگلہ	-	ڈان
12نومبر	-	خاتون	55برس	-	-	نہر میں کود کر	اٹھارہ ہزاری، جھنگ	-	نوائے وقت
14نومبر	سعیدہ بی بی	خاتون	35برس	-	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	قصور	-	جنگ
14نومبر	محمد نواز	مرد	-	-	-	ٹرین تلے آ کر	سمبڑیال	-	جنگ
17نومبر	سارہ بی بی	خاتون	-	-	-	-	رحیم یار خان	-	دنیا
17نومبر	ابرار حسین	مرد	-	-	-	-	رحیم یار خان	-	دنیا
17نومبر	ذاکر حسین	مرد	-	-	-	-	رحیم یار خان	-	دنیا
17نومبر	نذر اکبر	مرد	-	-	-	-	رحیم یار خان	-	دنیا
17نومبر	شائستہ بی بی	خاتون	-	-	-	-	رحیم یار خان	-	دنیا
17نومبر	محمد بخش	مرد	70برس	-	-	-	رحیم یار خان	-	دنیا
17نومبر	عمران	مرد	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	رحیم یار خان	-	نوائے وقت
17نومبر	شعیب اختر	مرد	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	فیروزوالہ	-	نوائے وقت
24نومبر	جاوید اقبال	مرد	45برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	نین والا، چونیاں	-	نئی بات

کاری، کاروکہہ کر مارڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ''جہد حق'' کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق یکم نومبر سے 30 دسمبر تک 18 افراد پر کاروکاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ جن میں 11 خواتین اور 7 مرد شامل ہیں۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اور وجہ	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
یکم نومبر	مسماۃ بیوائج	خاتون	28برس	شادی شدہ	شاہد مگسی	بندوق	دیور	قبوسعید خاں	ـ	ـ	ـ	کاوش اخبار
5نومبر	نور بی بی	خاتون	ـ	شادی شدہ	رشتہ دار	بندوق	برادری کے لوگ	لکی غلام شاہ	ـ	ـ	ـ	عوامی آواز
6نومبر	گرمل	خاتون	25برس	شادی شدہ	احمد گولو اور دوسرے افراد	بندوق	شوہر	شیر محمد گولو- کندہ کوٹ	ـ	ـ	ـ	کاوش اخبار
8نومبر	لال خاتوں	خاتون	ـ	شادی شدہ	سوجھرو جتوئی	بندوق	شوہر	شانو کمالانی- لکی غلام شاہ	ـ	ـ	ـ	کاوش اخبار
16نومبر	فوزیہ چانڈیو	خاتون	ـ	شادی شدہ	مشتاق-بدر اور شاہد	بندوق	شوہر	بلاول کالونی-لاڑکانہ	ـ	ـ	ـ	کاوش اخبار
18نومبر	شہربانو	خاتون	35برس	شادی شدہ	شیر علی اور نامعلوم	بندوق	دیور	گوٹھ عظیم جکھرانی جیکب آباد	ـ	درج	گرفتار	کاوش اخبار
29نومبر	روبینہ رند	خاتون	ـ	ـ	دوست محمد رند	بندوق	بھائی	جیکب آباد	ـ	ـ	ـ	کاوش اخبار
29نومبر	مدد علی	مرد	30برس	ـ	دوست محمد رند	بندوق	ـ	جیکب آباد	ـ	ـ	ـ	کاوش اخبار
1دسمبر	شمشاد خاتون	خاتون	30برس	شادی شدہ	رحمت اللہ	بندوق	شوہر	علی آباد جیلانی۔گڑہی خیرو ضلع جیکب آباد	ـ	ـ	ـ	کاوش اخبار
2دسمبر	محمد موسیٰ	مرد	22برس	ـ	رحمت اللہ عرف شنکر	بندوق	ـ	علی آباد جیلانی گڑہی خیرو ضلع جیکب آباد	ـ	ـ	ـ	کاوش اخبار
16دسمبر	عظیمہ	خاتون	18برس	ـ	مختیار	گلہ دبا کر	چچازاد بھائی	علی گوہر سہندڑو- تنگوانی ضلع کشمور	ـ	ـ	ـ	کاوش اخبار
21دسمبر	ماروی	خاتون	30برس	شادی شدہ	عمر جکھرانی	کلہاڑی	بھائی	گاؤں غلام حسین بخشاپور	ـ	درج	گرفتار	کاوش اخبار
22دسمبر	بندو عرف سوکھا	مرد	60برس	ـ	اشرف اور نامعلوم افراد	ڈنڈوں سے	ـ	حیدرآباد	ـ	ـ	گرفتار	کاوش اخبار
28دسمبر	سجاول	مرد	ـ	ـ	نامعلوم افراد	بندوق	ـ	چک- شکارپور	ـ	ـ	ـ	کاوش اخبار
28دسمبر	بلاول	مرد	ـ	ـ	نامعلوم افراد	بندوق	ـ	چک- شکارپور	ـ	ـ	ـ	کاوش اخبار
28دسمبر	عابد علی	مرد	ـ	ـ	نامعلوم افراد	بندوق	ـ	چک- شکارپور	ـ	ـ	ـ	کاوش اخبار
28دسمبر	نعمت اللہ	مرد	ـ	ـ	نامعلوم افراد	بندوق	ـ	چک- شکارپور	ـ	ـ	ـ	کاوش اخبار
30دسمبر	نام نہیں لکھا	خاتون	ـ	شادی شدہ	نام نہیں لکھا	بندوق	شوہر	اوباوڑو ضلع گھوٹکی	ـ	ـ	ـ	اوش اخبار

قانون نافذ کرنے والے ادارے

پولیس کی جانب سے شہری پر تشدد کی ویڈیو وائرل

پشاور 7 دسمبر 2018ء کو تھانہ شرقی کے علاقے خیبر روڈ پر پولیس کی جانب سے مبینہ طور پر شہری پر تشدد کی ویڈیو وائرل ہوئی تھی جس کا نوٹس لیتے ہوئے حکام نے تحقیقات کا حکم دیدیا، پشاور پولیس ترجمان کے مطابق سوشل میڈیا پر وائرل ویڈیو میں پولیس اہلکار کو ایک نشئی کے ساتھ مشت و گریبان دکھایا گیا ہے شرقی پولیس نے ویڈیو میں نظر آنے والے سجاد ولد محمد سیف سکنہ گلاب منڈی لاہور کو گرفتار کر کے اس کے خلاف مقدمہ علت 602 مورخہ 401202018 جرم 9B درھ جرجت چالان عدالت کیا تاہم ویڈیو میں دکھائی جانا والا ملزم گرفتاری سے بچنے کی خاطر لیت ولعل سے کام لے رہا تھا۔

(روزنامہ آج)

175 پولیس اہلکاروں کی 10 ماہ سے تنخواہ بند

پشاور 9 دسمبر 2018ء کو پشاور میں ہوائی جہازوں کی سکیورٹی کیلئے بھرتی کئے گئے پولیس اہلکاروں کی تنخواہیں 10 ماہ سے بند ہیں، تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے 175 اہلکاروں کے گھروں میں چولہے ٹھنڈے پڑ گئے ہیں، نوبت فاقوں تک آ گئی، طیاروں کی سکیورٹی پر مامور جوان تھانہ سربدن، بڈھ بیر، اور پشتہ خرہ میں طیاروں کی لینڈنگ اور جہازوں کے اڑان کے اوقات میں سکیورٹی فرائض انجام دیتے ہیں، 27 ستمبر 2014ء کو پشاور ایئرپورٹ پر شدت پسندوں نے پی آئی اے کے طیارے کو فائرنگ کر کے نشانہ بنایا تھا جس کی وجہ سے طیارے میں سوار خاتون جاں بحق جبکہ طیارے کو بھی نقصان پہنچا تھا جس کے بعد پشاور انٹرنیشنل ایئرپورٹ فلائٹس کا نائٹ آپریشن بھی بند کر دیا گیا تھا، واقعہ کے بعد خیبر پختونخوا پولیس نے 175 ایس پی اوز کو دو سال کے کنٹریکٹ پر ماہانہ 15 ہزار روپے پر بھرتی کیا، ہوائی جہازوں کی سکیورٹی پر تعینات پولیس اہلکاروں کو سلیمان خیل، گل بارہ، بازید خیل، نواب زنگل، شیخ محمدی، ملی خیل، لنڈی اخون محمد اور پشاور ایئرپورٹ کے گردونوح میں تعینات کیا گیا تھا جو گزشتہ دس ماہ سے تنخواہوں سے محروم ہیں، جس کی وجہ سے انہیں شدید مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ہوائی جہازوں کی سکیورٹی پر مامور پولیس اہلکار جمشید کے مطابق ہمیں 2014ء میں طیاروں کی سکیورٹی کیلئے بھرتی کیا گیا تھا، دو سال تک تنخواہ ملتی رہی لیکن اب دس ماہ ہو گئے ہیں تنخواہیں نہیں مل رہی ہیں جس کیلئے دفتروں کے چکر کاٹ کاٹ کر تھک گئے ہیں لیکن تنخواہ کب ملے گی اس کا جواب ابھی تک نہیں ملا، ہوائی جہازوں کی سکیورٹی کیلئے کنٹریکٹ پر بھرتی کئے گئے پولیس اہلکار نہ صرف حساس علاقوں میں 12 گھنٹے ڈیوٹی دیتے ہیں بلکہ پولیس حکام ان کو پولیو اور دیگر سپیشل ڈیوٹیوں کیلئے بھی بھجواتے رہتے ہیں، ترجمان خیبر پختونخوا پولیس وقار خان کے مطابق جن اہلکاروں کا کنٹریکٹ ختم ہو چکا ہے ان کا کنٹریکٹ دوبارہ رینیول ہوگا اور رولز کے مطابق ہی تنخواہ کی ادائیگی کی جائے گی تاہم تنخواہ کا مسئلہ فنانس ڈیپارٹمنٹ کا مسئلہ ہے جب رقم ریلیز ہوئی تو تنخواہیں ادا کر دی جائیں گی۔

(روزنامہ ایکسپریس)

بیٹوں پر پولیس تشدد، جعلی مقدمے کا نوٹس لیا جائے

پشاور 30 نومبر 2018ء کو چمکنی کے رہائشی حاجی بہادر خان موسیٰ خیل نے وزیر اعظم عمران خان، چیف جسٹس سپریم کورٹ میاں ثاقب نثار اور انسپکٹر جنرل پولیس سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ تھانہ چمکنی پولیس نے بیٹوں پر تشدد اور انہیں جھوٹے مقدمے میں پھنسایا ہے، لہذا پولیس کے اس اقدام کے خلاف انکوائری کمیٹی تشکیل دے کر انہیں انصاف فراہم کیا جائے، گزشتہ روز پشاور پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ چند عرصہ قبل انہوں نے اپنے گھر میں ایک کمرہ تھانہ چمکنی میں تعینات دو اہلکارون کو کرایہ پر دیا مگر وہ آئے روز چن چی ڈرائیوروں پر تشدد اور گالم گلوچ کرتے تھے چنانچہ اہل علاقہ کی شکایت پر انہیں اپنے گھر سے نکال دیا، انہوں نے مزید کہا کہ 25 نومبر کو مذکورہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سادہ کپڑوں میں آئے اور میرے بیٹے یاسر علی، فرمان اور حسن پر بلاوجہ تشدد کر کے انہیں تھانہ لے جا کر حوالات میں بند کر دیا اور تینوں بیٹوں کے خلاف 5 کلوگرام چرس ڈال کر ایف آئی آر درج کرا دی جو کہ سراسر ناانصافی ہے، انہوں نے بتایا کہ میں ایک بیمار شخص ہوں جب میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے مجھ پر بھی تشدد کیا اور جان سے مار دینے کی دھمکیاں دی، انہوں نے الزام لگایا کہ دونوں مذکورہ پولیس اہلکاروں کے خلاف کئی مرتبہ رشوت اور لوٹ مار کی شکایات درج کروائی ہیں مگر تا حال کوئی شنوائی نہیں ہو سکی ہے، انہوں نے انسپکٹر جنرل پولیس اور دیگر متعلقہ پولیس افسروں سے ملوث اہلکاروں کے خلاف نوٹس لینے کی اپیل کرتے ہوئے کہا کہ دونوں پولیس اہلکاروں کو فوری طور پر معطل کیا جائے۔

(روزنامہ آج)

چلتی گاڑی پر فائرنگ، صحافی قتل

پشاور 3 دسمبر 2018ء کو سربند اچینی چوک رنگ روڈ پر ٹارگٹ کلنگ کی مبینہ واردات کے دوران نامعلوم موٹر سائیکل سواروں کی چلتی گاڑی پر فائرنگ کے نتیجے میں نجی نیوز چینل کا رپورٹر جاں بحق جبکہ کیمرہ مین شدید زخمی ہو گیا، موٹر سائیکل سوار نامعلوم نقاب پوش افراد واردات کے بعد فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے، واقعے کی اطلاع ملنے پر پولیس کی بھاری نفری جائے وقوعہ پر پہنچ گئی اور جائے وقوعہ سے شواہد اکٹھے کر کے مختلف زاویوں سے تفتیش کا آغاز کر دیا، دوسری جانب آئی جی پی نے واقعہ کا نوٹس لیتے ہوئے سی سی پی او سے رپورٹ طلب کر لی ہے۔ نوشہرہ سے تعلق رکھنے والا نجی نیوز چینل کا رپورٹر نورالحسن ولد حفیظ اپنے کیمرہ مین صابر ولد شمس الحق کے ہمراہ اپنی گاڑی میں کسی کام کے سلسلہ میں حایت آباد آ رہا تھا کہ اس دوران اچینی چوک کے قریب موٹر سائیکل سوار دو نامعلوم مسلح افراد نے گاڑی پر اندھا دھند فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں دونوں شدید زخمی ہو گئے، ملزمان واردات کے بعد فرار ہو گئے، موقع پر موجود افراد نے زخمیوں کو طبی امداد کیلئے ہسپتال منتقل کر دیا جہاں بعد ازاں صحافی نورالحسن زخمیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گیا جبکہ کیمرہ مین صابر تا حال ہسپتال میں زیر علاج ہے جس کی حالت نازک بتائی جا رہی ہے۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے مزید تفتیش شروع کر دی ہے۔

(روزنامہ آج)

کانسٹیبل سمیت 6 افراد کی خواجہ سراء سے اجتماعی زیادتی

چارسدہ 17 دسمبر 2018ء کو شبقدر میں 6 افراد نے خواجہ سراء سے اجتماعی زیادتی کے بعد ان سے نقدی، سونا، موبائل چھین لی، پولیس اہلکار سمیت 2 افراد گرفتار، واقعات کے مطابق گزشتہ رات مٹہ مغل خیل شبقدر میں شادی کی تقریب سے فارغ ہونے کے بعد خواجہ سراء شہزاد عرف ہنی پشاور جا رہا تھا کہ پولیس کانسٹیبل اسفندیار، وحید اللہ ولد حبیب اللہ ساکنان پہلوان قلعہ نے اپنے 4 نامعلوم ساتھیوں سمیت میجر قلعہ پشاور روڈ پر ان کا تعاقب کر کے اسے کار سے اتار کر کھیتوں میں لے گیا جہاں ان کے ساتھ اجتماعی زیادتی کے بعد ان سے سونے کے لاکٹ، نقدی، اور موبائل چھین لی، پولیس تھانہ شبقدر نے ہنی کی رپورٹ پر مقدمہ درج کر کے 2 ملزمان پولیس کانسٹیبل اسفندیار اور وحید اللہ کو گرفتار کر لیا۔

(روزنامہ آج)